یہ کتاب لودیانہ میں معرفت لالہ کرپارام ایف۔ٹی۔ایس سے مل سکتی ہے

دستگیران عالم غیب

یعنی

مسٹر لیڈبیٹر صاحب کی انگریزی کتاب

موسومہ

ان وزیبل ہیلپرس کا

اردو ترجمہ

مؤلفہ احقر ابناش چندر بسواس ایف۔ٹی۔ایس پریسیڈنٹ
تھیوصوفیکل سوسائٹی لودیانہ

سنہ ۱۹۰۴ء

مطبع حقانی لودیانہ میں مولوی نور محمد مالک مطبع کے اہتمام سے چھپی

اول | تعداد جلد ۱۰۰۰ | قیمت فی جلد بلا محصول

دیباچہ

عالمان علم معرفت لذات دنیاوی عیش وعشرت ترک کرکے جس نعمت بے بہا کی تلاش کرتے ہیں اُس کا مقصد اس چھوٹے سے رسالہ سے جس کا نام دستگیران عالم غیب رکھا گیا ہے معلوم ہوگا۔ یہہ کتاب قیاسی اور سماوی حکایات سے نہیں بنائی گئی ہے بلکہ اس میں جو واقعات درج ہیں وہ موجودہ مشتاق علم باطن کے چشم دید واقعات ہیں چونکہ فی زمانہ بہت سے لوگ کرامت کے معنے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں اور اس غلطی کے باعث بہت سے واقعات خلاف قیاس اور فرضی جانے جاتے ہیں اس کتاب کے مطالعہ سے اس کا اصلی بھید سمجھ میں آجائیگا اور شائقین راہ معرفت کو یہہ حوصلہ پیدا ہوگا کہ ہماری محنت بھی کسی روز یہہ پھل لائے گی کہ ہم سے بھی بنی آدم کی کچھہ امداد بن پڑے گی ✤

انبا شر چندر
یکم جون سنہ ۱۹۰۴ء

الحق

دستگیران و محافظانِ عالمِ غیب

باب اوّل

مختلف مذہبی کتابوں میں جو قانون قدرت کے بھید قصّے کہانی۔ تشبیہات وغیرہ کے طور پر درج ہیں اون پر بغیر سمجھنے اصل مراد و حقیقت کے صرف معمولی فہم کے انسان فقط مذہبی جوش سے یقین لاسکتے ہیں۔ مگر جوں جوں دماغی عقل ترقی کرتی ہے تو اُن باتوں پر اُسی طور سے کہ جس لباس میں وہ قدرت کے بھید لکھے ہوئے ہوتے ہیں یقین لانے میں انسان کچھ ہچکچاتا ہے۔ اگرچہ شرما شرمی بخوف اس بات کے کہ کسی خاص امر کی بابت اپنی بے اعتقادی ظاہر کرنے سے ایسا نہ ہو کہ لوگ مجھے ناستک یا لامذہب وغیرہ کہنے لگیں دل کھول کر یہہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ مجھہ کو یقین نہیں آتا۔ اور عقل حقیقت میں دل پر یقین لانے بھی نہیں دیتی۔ خود بینی انسان کا سب سے بڑا دشمن ہی۔ جو جتنا عاقل ہے اس کے پھندے میں وہ اتنا ہی زیادہ گرفتار ہی۔ راستی کے متلاشی کم ہیں زیادہ تر فقط اس خوف سے سچ کو یقین کرنے سے محروم رہتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں بوجہ دولت حشمت عزت علم دنیاوی وغیرہ کے اچھے سمجھے جاتے ہیں وہ جس بات کو یقین نہیں کرتے خواہ وہ سچ ہی ہو اگر ہم اسکو یقین کرنے لگیں تو دنیا کے لوگ ہم کو

بیوقوف سمجھینگے۔ میں بہت سے ایسے دوستوں کو جانتا ہوں کہ جو کسی مسئلہ کو اپنے دل سے راست مانتے ہیں مگر صرف اپنے فرقے یا مذہب کے عام اعتقاد کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس اعتقاد کو زبان پر لا نہیں سکتے۔ ایسے ڈرپوک اور پست حوصلہ شخصوں کے لئے رموز علم باطن کا مضبوط قلعہ ہمیشہ بند رہیگا۔ پس اس کتاب سے میرے ایسے بھائیوں کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ مقام افسوس ہے مگر امر لاچاری ہے۔ البتہ ذات باری کا قانون کسی کو محروم نہیں رکھتا فقط وقت کا انتظار ہے آگے پیچھے سب پر کسی نہ کسی وقت وہ ضرور کھلیگا۔

برہم وِدیا علمی طور پر قانون قدرت کے ہر پہلو کو اس طرح ثابت کرتی ہے کہ جو جو باتیں مذہبی کتابوں میں بطور قصہ کہانی وغیرہ معلوم ہوتی ہیں اور جنکو پڑھنے سے بعض اوقات دل میں یہہ آتا ہے کہ کاش یہہ باتیں سچ ہوتیں اُس وقت دنیاوی عقل اور برہم ودّیا کی ناواقفیت دونوں ملکر ہم کو مایوس کرتی ہیں اور بے اعتقادی دل میں لاتی ہیں مگر اس نا امیدی کی حالت سے اور بے اعتقادی کی تاریکی سے برہم ودّیا کے علم کا آفتاب شبہات کے بادل کو دُور کر کے ہم کو راستی اور حقیقت کا نور دکھاتا ہے۔ پھر تو یہہ کیفیت ہوتی ہے کہ جن باتوں کو پہلے خلاف عقل۔ ناقابل یقین۔ خلاف تہذیب اور شاعرانہ مبالغہ وغیرہ مغربی تعلیم کی پیداوار چند تحقیر کے الفاظ سے ملقب کرتے تھے اب اُن میں قانون قدرت کے بے بہا رموز اور حقیقت اور راستی کے خزانے دکھائی دیتے ہیں اور ہر مذہب کے لوگوں کے دلوں میں خصوصاً جن کے اعتقاد میں مغربی روشنی سے کچھ جنبش آگئی تھی پھر اپنے مذہب پر اعتقاد آتا جاتا

ہے۔ اور اب ہمارے کمزور بھائی یکایک مخالفین کی نقطہ چینی کے خوف سے بلا وجہ اپنے آباؤ اجداد کے قدیم اور راست مذاہب سے قطع تعلق کرنے کو اور اپنے مذہب کی کتابوں کو جھوٹے قصہ کہانیاں قرار دیکر اپنے آپ کو تہذیب یافتوں میں شمار کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ مگر یہہ سب ملک یورپ میں تھیوصوفی یعنی برہم ودیا کے چرچا کے پھیلنے کا طفیل ہے۔ کیونکہ اب تو تہذیب کا منبع یورپ ہی سمجھا جاتا ہے۔ جب کسی امر کو یورپ کے لوگ راست مانتے ہیں تو پھر اور کسی ملک کے باشندہ کو ان باتوں کو سچ ماننے میں کیا اندیشہ یا عذر ہو سکتا ہے؟ چنانچہ یورپ کے داناؤں کی بدولت اب ہم اپنی مذہبی کتابوں پر یقین کرنے لگے ہیں اور اپنے اپنے دھرم پر کسی قدر اعتقاد اور نشچے لانے لگے ہیں ٭

ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ایک قسم کا برقی آلہ ایجاد ہوا ہے کہ جس کے ذریعہ سے بلا توسط تار سیکڑوں میل کے فاصلہ پر خبر پہنچائی جاتی ہے۔ جس کسی نے اس آلہ کو نہیں دیکھا ہے اور یہہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہمارے قیاس میں نہیں آسکتا اُس کی ہستی قدرت میں نہیں ہے وہ اس بات کا بھی یقین نہ کریگا تو کیا اُس کے یقین نہ کرنے پر اُس بات کا راست ہونا رد ہو جائیگا۔ اِسی طرح قدرت میں ہزاروں چیزیں ایسی موجود ہیں کہ جو ہمارے معمولی حواس خمسہ سے محسوس نہیں ہو سکتیں۔ مگر جن کے حواس باطن قدرت سے کھلے ہوئے یا مشق سے کھولے جاتے ہیں ان کو عالم غیب کی کیفیت اور اُس کے بے شمار مخلوق اُس عالم کی طرح دکھائی دیتے ہیں اس قوت کو قوت حواس باطن یا دِویہ شکتی کشف انتر درشٹی دِویہ درشٹی وغیرہ کہتے ہیں

ناموں سے نامزد کرتے ہیں انگریزی میں اس قوت کو سائیکک پاور یعنی روحانی قوت کہتے ہیں ٭

جس کتاب کا یہہ ترجمہ ہے اس کا نام انگریزی میں اڈوینسڈ ہلیرزم ہے اس کے مصنف عارف مسٹر سی ڈبلیو لیڈبیٹر صاحب ممبر تھیوسوفیکل سوسائٹی لنڈن فی زمانہ انگریزوں میں بڑے مشہور مشاق نظر باطن ہیں ان صاحب کو یہہ قوت کسی قدر بلا مشق قدرت سے حاصل تھی بعد ازاں جب سے طریق یوگ ابھیاس کی مشق شروع کی تو تھوڑے عرصہ میں بڑی ترقی حاصل کی۔ اس قسم کے مشاق صاحب باطن اس وقت بھی ہندوستان میں بہت جگہ موجود ہیں لیکن اُنکے مناظرات اور تجربات عوام پر ظاہر نہیں کیے جاتے کیونکہ اس بارہ میں اکثر رہبران کی طرف سے ممانعت ہوتی ہر کسی خاص وجہ سے اور کسی خاص غرض کے پورا کرنے کے لیئے جو اس وقت میں بنی آدم کے فائدے کے لیئے نہایت ضروری تھا صاحب موصوف کے مرشدان کی طرف سے یہہ اجازت خاص ہوئی کہ اپنے مناظرات کے تجربات بلا روک ٹوک عوام کی واقفیت کے لیئے شائع کیئے جائیں تاکہ شائقین علم باطن جو کہ ایک عرصہ سے تشنہ تھے اُن کی کچھہ پیاس بجھے قدرت کے کچھہ بھید کھلیں جہالت دور ہو بے اعتقادی رفع ہو اور راستی پر اعتقاد پیدا ہو آن صاحب نے چند مفید کتابیں رموز علم باطن میں تصنیف فرمائی ہیں جن میں اکثر مسائل کی تصدیق اُن کے ذاتی تجربات سے کی گئی ہے ٭

تھیاصوفی کسی مسئلہ کو بغیر عین الیقین اور بلا اطمینان ذاتی یقین کرنے پر مجبور

نہیں کرنی۔ پس جو طالبان بخصوصی ذاتی تجربات سے رموز علم باطن کی تصدیق کرنے میں دل وجان سے لگے ہوئے ہیں اُن کے کچھ تجربات اس کتاب میں درج کئے جاتے ہیں ٭

ہر ملک میں دستگیران عالم غیب پر اعتقاد زمانہ قدیم سے سلسلہ وار کم وبیش چلا آتا ہے خصوصاً مشرقی ممالک میں تو کوئی ملک بھی ایسا نہ ہوگا کہ جہاں کے لوگ انسان سے بڑھکر قوت رکھنے والے عالم غیب کے مختلف اقسام کے مخلوق سے امداد پانے کی امید دل سے نہ رکھتے ہوں اور اُن کی مرادیں بھی اعتقاد کے موافق بر آتی ہیں ملک ہند میں اعلیٰ سے اعلیٰ پاک روحانی مخلوق رشی دیوتا اُپ دیوتا۔ گندھرب۔ کنٹر یکش۔ پیر۔ سدھ۔ اولیا۔ میران۔ تاہر سنگھ۔ گوگا وغیرہ بے شمار روحانی مخلوق کی امداد زن وبچہ ظاہرا یا پوشیدہ محبت سے یا خوف سے پورے اعتقاد سے یا نصف اعتقاد اور نصف شبہ یا نئی روشنی والوں کے خوف سے دبے دبائے ہمیشہ سے مانتے چلے آئے ہیں مگر عملی طور پر اُن کی ہستی کی تصدیق کرنے کا موقعہ ہر ایک کو اس طور سے نہیں ملسکتا کہ اُس کا اعتقاد پختہ ہوجائے فی زمانہ جو کوئی چاہے اور ہمت کرے تو اپنی ذاتی اطمینان کرسکتا ہے خصوصاً صوفی بہہ نعمت غیر مترقبہ شناشی کے لئے بہم پہنچاتی ہے اسی کی بدولت اب بڑے بڑے دانا اور عالمان ملک یورپ اب عالم روحانی کی ہستی اور اُنکے مخلوق کی غیبی دستگیری اور امداد پر یقین لاتے جاتے ہیں۔ مجہول عقل کے لوگ بیشمار اقسام مخلوق خدا میں سے فقط اُن کی ہستی مانتے ہیں کہ جو اُن کو آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں اور جو کچھ واقعات اپنے مخلوقات کی قوت سے ظہور میں

آتے ہیں کہ جن کو دیکھنا اور معلوم کرنا اُن کے حواس خمسہ سے ممکن نہیں ہے ان سب کو بلا تمیز خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں گو ایسے یقین سے تردد اور سرگردانی بہت ہی کم ہو جاتی ہے مگر ناواقفیت کے سبب سے ہر مرض کو ناقابل علاج سمجھ کر دوا نہ کرنے سے جو نقصان متصور ہے یہی نقصان آنکھ بند کر کے سینہ زوری سے عالم غیب کی مخلوق کی حرکات اور اُنکی ہستی کو نہ ماننے سے بھی اُٹھانا پڑتا ہے پس بجائے اس کے کہ ان کو نہ مانا جائے دانائی اس میں معلوم ہوتی ہے کہ جس طریقہ سے ان کی ہستی معلوم ہو سکے تحقیقات کی جاوے ہندوؤں کے ذمہ جو کہ غیر مذاہب والے یہہ اتہام لگاتے ہیں کہ ہندو بہت سے خدا مانتے ہیں اس غلط فہمی کی وجہ یہہ ہے کہ اہل ہنود زمانہ قدیم سے عالم غیب کے ہزارہا اقسام کے ذی ہوش اور با قوت مخلوقات کی ہستی مانتے چلے آئے ہیں اور جن کی قوت معمولی انسان سے زیادہ ہے اُن کی پوجا مختلف خواہشات کے پورا کرنے کے لئے مختلف طریقوں پر کرتے ہیں اور ان جملہ اقسام کو عام لوگ بلا تفریق دیوی یا دیوتا کہتے ہیں مگر سر جھکانا سلام کرنا اطاعت کرنا یہہ ہندو کا طبعی خاصہ ہے لیکن اہل ہنود کی کسی مذہبی کتاب میں مختلف دیوی دیوتاؤں کو خدا یعنی ایشور فرداً فرداً نہیں مانا گیا ہے بلکہ خدا ایک ہے اور دوسرا کوئی بھی نہیں ہے اس اعلیٰ درجہ کی توحید کو وید کی شرتی ایکوبرہم دوتیوناستی جو سب سے مشہور اور زبان زد عام ہے ثابت کرتی ہے انگریزی میں دیوتا کے بالمقابل کوئی لفظ نہیں ہے چنانچہ ایشور یعنی خدا اور دیوتا یعنی دیگر مخلوق عالم غیب دونوں کو گاڈ اور اُس کی جمع گاڈز کہتے ہیں اور ہندو سچاروں کو مفت بدنام کرتے ہیں کہ یہہ لوگ بہت سے خدا مانتے ہیں +

اس امر میں زیادہ طوالت کا موقعہ نہیں ہے اس لئے اب باب اوّل کتاب موسومہ دستگیران عالم غیب جو صرف دیباچہ کے طور پر تحریر کیا گیا ہی اور جسکی جگہ عبارت ماسبق باشندگان ہند کے لئے زیادہ موزوں سمجھی گئی لکھکر باب دوئم سے کہ جہاں سے مضمون شروع ہوتا ہے ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہی +

باب دوئم

تازہ واقعات

آجکل کی نئی روشنی کے زمانہ میں باوجود اس امر کے کہ نئی تعلیم کا جوش از بس موجزن ہے اور علمی تحقیقات کے زعم میں بے اعتقادی بڑھ گئی ہے تاہم ایسے واقعات امداد غیبی نظر آتے ہیں کہ ظاہرا عالم میں ان کا کوئی سبب سمجھ میں نہیں آسکتا اور متلاشی کو تھوڑی سی تکلیف گوارا کرنے پر بہت سی تمثیلیں دستیاب ہوسکتی ہیں ناظرین کے لئے ایسے چند واقعات کا مختصر حال معہ ایک دو واقعات چشم دید خود جو میرے تجربہ میں گذرے ہیں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ زمانہ حال کے واقعات امداد غیبی میں ایک امر قابل غور یہہ پایا جاتا ہی کہ اکثر اس قسم کی امداد معصوم بچوں کی جان بچانے کے لئے ظہور میں آئی ہیں +

ایک دلچسپ وقوعہ چند سال ہوئے شہر لنڈن میں ظہور میں آیا وہ یہہ تھا کہ ہالورن کے نزدیک ایک کوچہ میں سخت آتشزدگی ہوئی اور دو مکان بالکل جلکر خاک ہوگئے آگ اس قدر زور سے بھڑکی کہ آگ بجھانے والے بالکل لاچار ہوگئے مگر وہ کل

باشندوں کی جان بچانے میں کامیاب ہوئے فقط ایک بوڑھی عورت جسکا دھواں
کے مارے دم گھٹ گیا تھا اور ایک پانچ برس کا بچہ کہ جس کا اس مکان میں
موجود ہونا بوجہ گھبراہٹ کسی کو یاد نہ آیا تھا کوئی صورت بچانے کی نظر نہ آئی ✦

معلوم ہوتا ہے کہ اُس بچہ کی ماں مالک مکان کی کوئی رشتہ دار قریبی تھی اور اپنے
بچہ کو رات کی رات اس عورت مالک مکان کے سپرد کرکے کسی کام کے لیے کہیں
کو گئی تھی ✦

جب ہر شخص موجود مکان زندہ نکل آیا اور آگ کے شعلے سارے مکان میں بھر
گئے تو مالک مکان کو یاد آیا کہ جو بچہ میرے سپرد تھا اس کا کیا حال ہوا از حد گھبرائی
مگر جس جگہ بچہ سوتا تھا اُس وقت وہاں پہنچنا قریب ناممکن کے تھا کیونکہ چاروں
طرف آگ بھڑک رہی تھی تاہم ایک بہادر آگ بجھانے والا بڑی ہمت سے موقعہ کا کھوج
پتا لیکر یک لخت دھوئیں اور شعلوں کے بیچ میں جا پڑا اور بچہ کو بالکل صحیح و سلامت باہر
نکال لایا اُس نے اپنے ساتھیوں سے ایک عجیب کیفیت بیان کی کہا کہ جب میں
کمرہ میں پہنچا تو دیکھا کہ آگ چاروں طرف لگی ہوئی ہے اور فرش یعنی چھت کا بہت
سا حصہ نیچے سے جل کر گر چکا ہے مگر آگ کا شعلہ اس کمرہ میں سے چکر کھا کر کھڑکی
کی طرف ایسی غیر معمولی طور پر لوٹ گیا ہے کہ جس کی وجہ کچھ سمجھ میں نہیں آتی
اور نہ کبھی ایسی صورت میرے عمر بھر کے تجربہ میں مجھ کو نظر پڑی چنانچہ جس گوشہ
میں وہ بچہ سویا پڑا تھا بالکل آنچ بھی نہ لگی تھی باوجود اس امر کے کہ اُسکے چھت
کے حصہ کی کڑیاں بھی نیچے سے نصف سے زیادہ جل چکی تھیں کہ جہاں بچہ کا
پلنگ تھا لڑکا البتہ بہت خوف زدہ اور گھبرایا ہوا تھا مگر آگ بجھانے والا بار بار

تاکید سے یہہ کہتا تھا کہ جب میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر شعلوں میں سے گزر کر کمرہ میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک منوّر صورت سفید اور چاندی کی طرح سے چمکدار بچّہ کے پلنگ پر جھکی ہوئی پلنگ پوش کی سلوٹیں نکال رہی ہی غلطی اور دھوکہ کا کوئی موقعہ نہ تھا کیونکہ تیز روشنی میں خوب اچھی طرح وہ شکل کئی لمحوں تک مجھے نظر آتی رہی اور جب میرا اور اُس کا فاصلہ چند فٹ رہگیا تب وہ نظر سے غائب ہوئی +

اس وقوعہ کے متعلق ایک اور عجیب ماجرا یہہ ہے کہ اس بچّہ کی ماں کو اس رات جب وہ کالچیسٹر میں موجود تھی بالکل نیند نہ آئی کیونکہ ہر وقت اس کے دل میں یہہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ بچّہ پر کوئی نہ کوئی مصیبت پڑی ہی یہانتک کہ لاچار ہو کر اُٹھہ کھڑی ہوئی اور تھوڑی دیر عبادت کے بعد نہ دل سے یہہ دعا مانگی کہ یا خدا بچّہ کی جان کا خطرہ جو مجھہ کو تائید باطنی سے نظر آتا ہی اُس سے اُس بچّہ کو بچا - یہہ امداد غیبی بموجب اعتقاد عیسائیان گویا خدا کی طرف سے اس دعا کا قبول ہونا تھا مگر عالمانِ برہمو ودیا اسکو اس طرح پر سمجھتے ہیں کہ اسکے جوش محبت سے ایک قوت پیدا ہوئی اور اس قوت کو دستگیران غیب میں سے کسی نے کام میں لا کر اُس بچّہ کی جان بچائی +

وقوعہ مذکور سے چند سال پہلے دریائے ٹیمز کے کنارے پر ٹیڈن ہیڈ کے قریب ایک عجیب وغریب وقوعہ ہوا یہہ حادثہ پانی میں ڈوب کر مرنے سے بچنے کے متعلق ہی تین چھوٹے چھوٹے بچّے جو موضع شالٹس برک میں یا اُسکے قریب رہتے تھے آیہ کے ساتھہ رسوں کے پُل پر دریا ٹیمز پر سیر کرنے کو گئے اور ایک موڑ کے موقعہ پر ایک گھوڑے کو کشتی کھینچے لاتے ہوئے دیکھکر یکایک چونک کے اور گھبرا کر ایک لڑکا ایک طرف اور دوسرا بچہ رسوں کے پُل کے اُس طرف ہو گیا کہ جدھر کوئی روک نہ تھی اور دریا میں گر پڑے ایک کشتی بان

اس حادثہ کو دیکھتا تھا بچوں کو نکالنے کے لئے پانی میں کود پڑا اور دیکھا کہ وہ پانی میں
لکڑی کی طرح ایک عجیب طور پر تیرتے ہوئے کنارے کی طرف بڑھ رہے ہیں اُس آیہ نے
اور کشتی بان نے فقط اتنا ہی دیکھا مگر دونوں بچے یہہ کہتے تھے کہ کوئی شخص نہایت خوبصورت
سفید براق اور روشنی کی طرح منور اُن کے برابر کو پانی میں کھڑا ہوا ان کو ہاتھ میں
تھامے ہوئے کنارے کی طرف لئے جاتا تھا ان کے بیان کی تصدیق کشتی بان کی
چھوٹی لڑکی بھی کرتی ہے وہ کہتی ہے کہ جب آیہ کے چلانے کی آواز سنکر میں دوڑ کر کشتی کی چھت
پر چڑھ گئی تو میں نے ایک نہایت خوبصورت عورت کو پانی میں کھڑے ہوئے دونوں
بچوں کو کنارے کی طرف کھینچتے ہوئے دیکھا ۔

اس داستان کے مفصل حالات کے معلوم ہونے کے بغیر یہہ تحقیق نہیں کیا جا سکتا
کہ یہہ دستگیر عالم غیب کس قسم کی مخلوق میں سے تھا ۔ مگر غالب قیاس یہہ ہے کہ کوئی رسیدہ
روح انسانی عالم برزخ میں اپنے جسم برزخی میں کام کر رہی تھی جیسا کہ بعد میں ظاہر
ہوگا ۔ کہ جس وقت دستگیران کی کیفیت بیان کی جائیگی ۔

نامی پادری ڈاکٹر جان میسن نیل صاحب نے ایک واقعہ بیان کیا ہے جس سے دستگیران
عالم غیب کے خاص قسم کی کیفیت کسی قدر صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں
کہ ایک شخص جس کی بیوی نے تھوڑے روز سے انتقال کیا تھا ۔ اپنے چھوٹے بچوں
کو ساتھ لیکر کسی گاؤں میں ایک دوست سے ملنے کو گیا اُس دوست کا مکان پرانا
عالیشان محل تھا ۔ اور اُس کی نچلی منزل میں بہت سی تاریک گلیاں تھیں جن میں
بچے بڑی خوشی سے کھیلتے پھرتے تھے ۔ اتنے میں فوراً وہ دوڑ کر متحیر صورت بنا کر اوپر
چڑھ آئے ۔ اور اُن میں سے دو لڑکوں نے یہہ بیان کیا ۔ کہ نیچے کی ایک گلی میں جب

ہم دوڑتے پھرتے تھے۔ اُس وقت ہماری ماں ہم سے ملی اور اُس نے ہم سے کہا۔ کہ
تم واپس چلے جاؤ۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہوگئی تحقیقات سے یہہ معلوم ہوا۔ کہ اگر وہ لڑکے
دو چار قدم آگے بڑھتے تو ایک اندھیرے کنوئیں میں جا پڑتے۔ کہ جو اُن کے راستے
میں موجود تھا۔ چنانچہ اُن کی والدہ کے برزخی صورت نے اُن کو ہلاکت سے بچایا

اس وقوعہ سے پایا جاتا ہے۔ کہ اُن کی والدہ عالم برزخ میں اپنے بچوں کی محبت
سے حفاظت کر رہی تھی۔ اور یہہ کہ اُس کے دل میں اس خوف سے اُن کو متنبہ
کرنے کا جوش پیدا ہوا۔ اُس کے سبب سے اُس میں وہ قوت پیدا ہوگئی کہ
جس کے ذریعہ سے اُس نے اُس وقت ایک نمایاں جسم اختیار کرکے گفتگو کی۔ یا اُن
کے دلوں پر ایسا خیال پیدا کیا۔ کہ اُن کو یہہ معلوم ہو۔ کہ وہ اُن کو دکھلائی دے
رہی ہے اور بات کر رہی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہہ دستگیر کوئی اور شخص ہوا ور اُن بچوں
کی والدہ کی صورت اس لئے اختیار کی ہو۔ کہ کسی غیر شخص کو دیکھ کر کہیں وہ بچے
ڈر نہ جائیں۔ مگر غالب قیاس یہہ ہے۔ کہ اس کی وجہ صرف اس متوفی والدہ کی
محبت کا جوش تھا۔ کہ جو مرجانے کے بعد بھی کم نہ ہوا تھا۔

چونکہ محبت مادری نہایت پاک محبت ہوتی ہے۔ اور جملہ خیالات انسانی میں
سے یہی خودغرضی سے مبرا ہوتی ہے۔ اسی لئے بلند تر عالموں میں اس کا قیام
زیادہ مستحکم ہوتا ہے۔ جو والدہ ادنیٰ ترین عالم برزخ میں اپنا قیام رکھتی ہے اور
اُسکی وجہ سے تا ہنوز اُسکا تعلق اس عالم سے قطع نہیں ہو جاتا ہے اُسکی محبت اپنے بچوں کی
طرف اُسوقت تک قائم رہتی ہے۔ کہ جبتک وہ اُسے نظر آتے ہیں۔ اور پھر جب اس حالت
کے بعد اُسکا گذر عالم بہشت یعنی سمرلینڈ میں ہوتا ہے۔ اُس وقت بھی چھوٹے بچوں کا خیال اُسکے دل پر

غالب ہوتا ہے۔ اور جو دریائے محبت وہ ان صورتوں پر کہ جو وہ تصور سے اُس عالم میں بہاتی ہے تو وہ گویا قوت روحانی کا ایک بڑا بھاری دریا بن جاتا ہے۔ اور اُس کا اثر اُس کے زندہ بچوں تک پہنچتا ہے۔ کہ جو ابھی عالم فانی میں کشمکش کر رہے ہیں اور وہ فیضان اُن کے گرد اس قسم کے فیض کے مرکز قائم کر دیتا ہے۔ کہ جو حفاظت کنندہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی ایک مثال تھیوصوفیکل ریویو جلد نمبر ۶ کے صفحہ ۳۸ پر درج ہے۔

تھوڑے ہی عرصہ کا ذکر ہے۔ ایک انگریزہ لاٹ پادری کی چھوٹی لڑکی اپنی ماں کے ساتھ سیر کو نکلی۔ اور لاپرواہی سے دوڑتے ہوئے ایک کوچہ میں ایک موڑ کے سرے پر گاڑی میں جُتے ہوئے گھوڑوں کے پھیٹ میں آکر وہ لڑکی گر پڑی۔ اُس کی والدہ نے لڑکی کو گھوڑوں کے پیروں میں پڑی ہوئی دیکھ کر سوچا۔ کہ اُس کو بہت ہی چوٹ آئی ہوگی۔ اور گھبرا کر آگے بڑھی۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہے۔ کہ وہ لڑکی ہنستی ہوئی اُٹھ کر دوڑی اور کہا۔ کہ ماں مجھے بالکل چوٹ نہیں لگی۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ ایک سفید سی چیز نے گھوڑوں کو میرے اوپر پیر رکھنے سے روکا۔ اور مجھے کہا۔ کہ کچھ ڈر نہیں۔

بکنگ ہم شائر میں برن ہیم بیچیز کے قریب کسی جگہ ایک ایسا واقعہ گذرا۔ کہ جس میں دستگیراں کی ظاہرہ صورت بڑی دیر تک قائم رہی۔ ابتک جو واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ اُن میں دستگیراں کے نمایاں صورت کا قیام فقط چند لمحوں تک رہا۔ مگر اس وقوعہ میں قریب نصف گھنٹہ کے صورت کا نمایاں رہنا پایا جاتا ہے۔

کسی کاشتکار کے دو چھوٹے بچے کھیل رہے تھے۔ اور اُن کے والدین کاشتکاری

کے کام میں مصروف تھے یہ دونوں بچے جنگل کی طرف کھیلتے کھیلتے گھر سے بہت دور نکل گئے اور تھوڑی دور جاکر راستہ بھول گئے۔ شام کے وقت جب ہارے ماندے والدین گھر آئے تو بچوں کو گھر میں نہ پایا۔ تو بہت گھبرائے۔ اور پڑوسیوں کے گھروں میں اُن کی تلاش کی اور ہر طرف اُن کی تلاش میں آدمی دوڑائے۔ انہوں نے بہت تلاش کی۔ اور بہت آوازیں دیں مگر لڑکوں کا کچھ پتہ نہ لگا۔ وہ ہراساں ہوکر کھیت میں واپس آئے۔ راستے میں ایک عجیب قسم کی روشنی اُن کو نظر پڑی کہ جو آہستہ آہستہ کھیتوں میں سے ہوکر راستے کی طرف آرہی تھی کہتے ہیں۔ کہ وہ روشنی سنہری چمک کا ایک گولا سا تھا۔ اور وہ روشنی چراغ کی روشنی سے بالکل نرالی تھی اور جوں جوں وہ نزدیک پہنچتی تھی۔ تو دونوں گم شدہ بچے اس روشنی کے درمیان مزے مزے میں چلے آتے نظر آتے تھے۔ لڑکوں کا والد اور کچھ اور لوگ فوراً اُس طرف دوڑے۔ اور وہ صورت نزدیک پہنچنے تک برابر نظر آتی رہی۔ مگر جوں ہی اُس نے لڑکوں کو پکڑا وہ روشنی غائب ہوگئی۔ اور وہاں اندھیرا ہوگیا +

بچوں کا یہ بیان ہے۔ کہ جب رات پڑگئی۔ اور ہم جنگل میں راہ بھولے روتے پھرتے تھے۔ اور آخرکار تھک کر ایک درخت کے تلے لیٹ گئے۔ تو ہمیں نیند آگئی تھوڑے عرصے میں ایک نہایت حسین عورت لیمپ ہاتھ میں لئے آئی۔ اور ہم کو جگاکر ہمارا ہاتھ پکڑ کر گھر کی طرف لے چلی جب ہم نے پوچھا۔ کہ آپ کون ہیں تو وہ مسکرا کر چپ ہو رہی اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس ماجرے کو وہ ایسی مضبوطی سے بیان کرتے تھے۔ کہ کسی طرح جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا اُس کی نسبت اُن کا یقین نہیں ہلتا تھا۔ اس میں قابل غور ایک یہ بات ہے۔ کہ گو جتنے شخص وہاں موجود تھے

روشنی تو سب کو نظر آتی تھی۔ اور درخت اور جھاڑیاں معمولی روشنی کی طرح سب دکھائی دیتی تھیں۔ مگر اُس عورت کی صورت سوائے بچوں کے اور کسیکو نظر نہ آتی تھی۔

بابِ سوئم

چشم دید وقوعہ

جلہ حکایات متذکرہ صدر کم وبیش مشہور ہیں۔ اور اُن کا ذکر اکثر ایسی کتابوں میں درج ہے۔ کہ جن میں اس قسم کے واقعات جمع کر کے لکھے گئے ہیں۔ زیادہ تر کتاب موسومہ ویگر مناظرات عالم غیب مصنفہ ڈاکٹر لی صاحب میں پائے جاتے ہیں مگر دو واقعات جن کا میں اب ذکر کرتا ہوں۔ ابتک شائع نہیں ہوئے ہیں اور دونوں ہی گذشتہ دس سال کے اندر کے وقوعہ ہیں ان میں سے ایک تو خود میری چشم دید ہے۔ اور دوسرا میرے ایک نہایت عزیز رفیق اور مشہور ممبر تھیوسوفیکل سوسائٹی کا چشم دید وقوعہ ہے۔ کہ جن کے بیان پر اور قوت تحقیقات پر کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ جو سرگذشت خاص میرے متعلق ہے۔ وہ ایک معمولی سی بات ہے۔ مگر میرے لیے بہت بڑی بات ہے۔ کیونکہ اُس امداد سے میری جان بچی ایک روز اندھیری رات میں جب بارش ہو رہی تھی۔ اور ہوا بڑے زور سے چل رہی تھی۔ وسٹ وارم گروب کے ایک کوچے میں سے میرا گذر ہوا۔ چھتری ہوا کے مارے میرے ہاتھ سے نکل جاتی تھی۔ اور میں جس کام میں مصروف تھا۔ اُسکے سوچ میں مستغرق بڑی مشکل سے راستہ طے کر رہا تھا۔ اتنے میں اچانک

مجھ کو ہندوستانی ایک مہاتما کی آواز کہ جس کو میں اچھی طرح شناخت کرتا تھا سنائی دی۔ اور مجھ کو یہہ کہا کہ پیچھے ہٹو۔ آواز کے سنتے ہی میں فوراً چونک کر بڑے زور سے پیچھے کی طرف کودا۔ جوں ہی میں کود کر گرا میرے اچانک پیچھے ہٹنے سے چھتری میرے ہاتھ سے چھوٹ کر آگے چلی گئی۔ اور میرے سے ایک گز سے بھی کم آگے کی طرف بڑے زور سے ایک بہت بڑا دھانت کا چمنی کا ڈھکنا دھڑام سے زمین پر آ پڑا اس کا وزن اس قدر بھاری تھا۔ اور وہ اس قدر زور سے گرا کہ اگر مجھ کو اُس آواز سے آگاہی نہ ہوتی۔ تو میں فوراً ہی اُس کی ضرب سے ہلاک ہو جاتا۔ گلی سنسان تھی اور آواز ایسے شخص کی تھی۔ کہ جس کو میں جانتا تھا کہ اُن کا جسم اُس وقت میرے سے سات ہزار میل کے فاصلہ پر موجود تھا۔

اس موقعے کے علاوہ مجھ کو عالم غیب سے ایک اور موقع پر بھی امداد ملی۔ تھیوصوفیکل سوسائٹی کے قائم ہونے سے بہت مدت پہلے جب میں نوجوان تھا۔ میرے ایک نہایت عزیز دوست کے برزخی صورت نے مجھ کو ایک نہایت سخت جرم کے ارتکاب سے بچایا اور اس دوست کو مرے ہوئے تھوڑے ہی دن گذرے تھے۔ گو اُس زمانے میں میری سمجھ کے موافق جو کچھ کہ میں کرنے لگا تھا۔ وہ قابل تعریف انتظام لینے کا کام تھا۔ اور مجھے عین واجب معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے بعد ایک اور موقعہ پر کسی عالم بالا سے مجھ کو تنبیہ ملی۔ جس سے میں نے ایک دوسرے شخص کو ایک ایسے فعل سے بچایا۔ جو مجھ کو اب معلوم ہوا کہ بہت ہی خوفناک نتیجہ پیدا کرنے والا تھا۔ مگر اُس وقت میں مجھے اس بات کی بالکل خبر نہ تھی یہہ وقوعہ بھی تھیوصوفیکل سوسائٹی کے قائم ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس کے بیان

کرنے سے میرا مقصد یہہ ہے۔ کہ مجھ کو کسی قدر ذاتی تجربہ پہلے ہی سے ہو چکا تھا۔ کہ جس کے سبب سے اصول امداد غیبی کی نسبت میرا اعتقاد اور یقین زیادہ ہو گیا تھا۔ اور اُس وقت مجھ کو اس امداد کی بابت کہ جواب عالم غیب سے متواتر مل رہی ہے کچھ علم نہ تھا ؛

دوسرا وقوعہ زیادہ حیرت انگیز ہے منجملہ ممبران تھیوصوفیکل سوسائٹی ایک صاحب نے جنہوں نے اس وقوعہ کے شائع کرنے کی مجھ کو اجازت دی مگر اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ اُنہوں نے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ میری زندگی نہایت خطرے میں پڑی تھی۔ اُن واقعات کے مفصل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ؛

ایک کوچہ میں نہائت خوفناک بلوہ ہو گیا۔ اور میں اُس کے بیچ میں آ گئی بہت سے آدمی میرے گرد زخمی ہو کر گرے اور قریب تھا۔ کہ میرا بھی وہی حال ہو۔ اور اُس میں سے نکلنا ناممکن معلوم ہوتا تھا ؛

اچانچک مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا کسی نے مجھے اُڑا کر اُس مجمع سے باہر ڈال دیا اور میں نے فوراً اپنے آپ کو تن تنہا اُسی کوچہ کے برابر ایک اور کوچے میں پایا۔ اور بالکل صحیح سلامت نکلی۔ لڑائی اور دنگے کا شور بدستور سُنائی دیتا تھا میں حیران تھی۔ کہ مجھ کو کیا ہوا۔ اتنے میں دو تین آدمی جو اُس مجمع سے بچکر بھاگے تھے دوڑ کر میری طرف آئے۔ اور مجھے دیکھ کر نہایت متحیر اور خوش ہوئے۔ اور یہہ کہنے لگے۔ کہ جب وہ بہادر عورت لڑائی میں سے اچانچک غائب ہو گئی۔ تو اُنہوں نے تحقیق سمجھ لیا کہ وہ ماری گئی ؛

اُس وقت میری سمجھ میں نہ آیا۔ اور نہایت حیرانی کی حالت میں گھبرائی۔ مگر کچھ عرصے

بعد جب مینے یہہ عجیب ماجرا میڈم بلیوٹسکی صاحبہ کے روبرو بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے اعمال ایسے تھے۔ کہ اس خطرے سے تم کو بچانا تھا۔ اِس لئے مہاتماؤں میں سے کسی نے خاص کرکے تمہاری جان بچانے کے لئے کسی کو بھیجا تھا کیونکہ تم سے کام لینے کے لئے تمہاری جان بچانے کی ضرورت تھی +

گو وجہ معلوم ہوئی۔ مگر ایسے عام کھلے طور پر ایسی قوت کا ظہور اور اس قدر زیادہ قوت کا کام میں لانا تاہنوز ایک عجیب معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح سے یہہ فعل عمل میں آیا۔ اس کا قیاس کرنا تو کچھہ دشوار نہیں ہی۔ کیونکہ اُن کے جسم کو اُٹھا کر درمیانی مکانوں کے اوپر سے فقط دوسرے کوچہ میں رکھہ دیا گیا۔ لیکن چونکہ اُن کا جسم خاکی آسمان میں کسی کو نظر نہ پڑا۔ اِس سے یہہ بھی ظاہر ہے۔ کہ کسی قسم کا پردہ اُس عرصے میں اُن کے گرد ڈالا گیا ہوگا۔ جس سے وہ لوگوں کی نظر سے غائب رہے +

یہہ اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ جو کچھہ ظاہری مادہ کو پوشیدہ کرسکتا ہی۔ وہ بھی ظاہری مادہ ہوگا اور اگر ظاہری مادہ ہو۔ تو ظاہری نظر سے ضرور دکھائی دینا چاہیئے۔ جواب اس کا یہہ ہی۔ کہ عاملان علم باطن ایک ایسی ترکیب جانتے ہیں۔ کہ جس سے روشنی کی شعاعوں کو اس طور سے خم دیا جاسکتا ہے۔ کہ وہ کسی شئی کے گرد ہوکر پھر اپنا اصلی رخ لیلیویں +

مگر جس قدر علم طبعی سے ابتک معلوم ہوا ہی اُس کی رو سے روشنی کی شعاعیں فقط سیدھے خطوں میں گذر سکتی ہیں۔ بشرطیکہ اُن کو ترچھا کرکے موڑا نہ جائے پس ظاہر ہی۔ کہ اگر ایسا عمل کیا جاوے تو وہ شئے جس کے گرد روشنی کی شعاعیں

پھیری گئی ہوں۔ جب تک وہ شعاعیں پھر اپنا معمولی رخ اختیار نہ کریں۔ ظاہرا آنکھوں سے بالکل نظر نہیں آسکتیں۔ میں خوب جانتا ہوں۔ کہ زمانہ حال کے سائنس دان کی نظروں میں یہہ ایک ہی امر جو میں نے بیان کیا ہے فورًا بیہودہ معلوم ہوگا۔ مگر امر مجبوری ہے۔ میں صرف قدرت کا ایک امکان بیان کرتا ہوں کہ جسکو کبھی نہ کبھی سائنس بھی دریافت کرے گی۔ اور جو طالب علم باطن نہیں ہیں۔ اُن کو اُس وقت میں یقین آجائیگا۔

جو کوئی قدرت کی قوت باطنی کی نسبت ذرا بھی واقفیت رکھتا ہے اُس کو یہہ ترکیب نہایت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ مگر افسوس کہ یہہ مناظرہ اب بھی ایک فسانہ کی طرح رہا۔ اگر مجھ کو اُن صاحب کے نام کے ظاہر کرنے کی اجازت ہوئی۔ کہ جن پر یہہ وقوعہ ہوا۔ تو میرے ناظرین اس کو فورًا ہی راست مان لیتے۔

مگر اس قسم کی حکایات امداد عالم غیب جن کو اکثر لوگ فرشتوں کی امداد کہتے ہیں۔ دستگیران عالم غیب کے انواع اقسام کی کارروائیوں میں سے فقط تھوڑا سا جزو ظاہر کرتے ہیں۔ قبل اس کے کہ مختلف اقسام کی کارروائیوں کا حال معلوم کیا جاوے۔

مناسب ہے۔ کہ پہلے دل میں اچھی طرح سمجھ لیا جاوے کہ ایسے مخلوق کی مختلف کتنی قسمیں ہیں۔ کہ جن میں سے دستگیران عالم غیب ہوتے ہیں۔

اب اُن مخلوق کے اقسام بیان کئے جاتے ہیں۔

باب چہارم

دستگیراں۔ عالم برزخ کے انواع اقسام کے مخلوق سے بنی آدم کو امداد پہنچ سکتی ہے۔ دیوتا۔ جنات یعنی بھوت اور پریت یعنی مردہ شخصوں کی روحیں اور نیز اُن شخصوں کی روحیں کہ جو زندہ ہیں۔ اور عالم برزخ میں باہوش کام کر سکتے ہیں خصوصاً کاملان علم باطن اور اُن کے چیلے۔ ان سب سے امداد پہنچ سکتی ہے مگر جب ہم اس امر میں زیادہ غور سے نظر کرتے ہیں۔ تو یہہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ یہہ سب اقسام امداد انسان کی کر سکتے ہیں۔ اور بعض اوقات کرتے بھی ہیں۔ تاہم بنی آدم کی امداد میں اُن کے کام کا حصّہ اس قدر کم و بیش ہے۔ کہ یہہ امداد عنقریب ہر حال میں ایک ہی قسم کے مخلوق سے ملتی ہے۔

وجہ اس کی یہہ ہے۔ کہ امداد کا کام عموماً یا تو عالم برزخ میں یا اُس عالم سے کرنا پڑتا ہے۔ جو کوئی شخص کاملان علم باطن کی قوتوں کی حقیقت سے ذرا بھی واقف ہے۔ وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کہ صاحب کمال کا اس عالم برزخ میں کام کرنا اپنی اعلیٰ قوت کو اسی طرح ضائع کرتا ہے۔ کہ گویا ہمارے نہایت فاضل طبیب یا سائنس دان کا قیمتی وقت سڑک کے لئے پتھر توڑنے میں ضائع کیا جاوے۔

کاملان علم باطن کا کام عالم بالا میں ہوتا ہے۔ خصوصاً سورگ لوک یعنی عالم بہشت کے اروپ درجوں پر۔ کہ جہاں سے وہ اپنی قوت کا اثر عین مرکز روح انسان میں پہنچاتے ہیں۔ نہ صرف شخصیت جسمانی پر کہ جس میں فقط عالم برزخ

یا عالم ظاہری تک پہنچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ قوت بالاترین عالموں میں کام میں لاتے ہیں۔ اُن سے بڑے بڑے اور زیادہ دیر تک قائم رہنے والے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ نتائج اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ اس عالم میں وہ چند قوت کے صرف کرنے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور اس عالم بالاترین کا کام اس قسم کا ہوتا ہے۔ کہ اُس کو پوری طرح سے وہ خود ہی انجام دے سکتے ہیں۔ مگر جو کام کہ ادنیٰ عالموں میں کرنا پڑتا ہے۔ اُس میں کسی قدر امداد تو اسو ز طالبان علم باطن سے بھی ملتی ہے۔ جو درجہ بدرجہ کسی وقت درجہ کمال کو پہنچ جائینگے۔

ایسا ہی حال دیوتاؤں کا ہے۔ کیونکہ وہ ہم سے اعلیٰ ترین عالم کے مخلوق ہیں۔ اور اُن کا کام عموماً انسان کے تعلقات سے علیحدہ معلوم ہوتا ہے۔ بہر اُن اقسام میں سے کچھ ایسے درجے ہیں۔ کہ جن میں سے بعض اوقات ہماری دعائیں اور ہماری تمنائیں قبول کرتے ہیں۔ مگر وہ امداد عالم ضمیر میں ہوتی ہے۔ نہ کہ عالم ظاہری میں یا عالم برزخ میں۔ اور عموماً اس وقت ہوتی ہے۔ کہ جب ہماری روح ایک جنم کے بعد دوسرے جنم سے پہلے عالم ارواح میں قیام رکھتی ہے۔

یاد ہوگا کہ چند تمثیلیں اس قسم کی امداد کی اُس وقت معلوم ہوئیں۔ کہ جس وقت عالم دیوکان یعنی سورگ کے مختلف درجوں کی تحقیقات ہو رہی تھی۔ کہ جس وقت کتاب سوسمہ دیوکا ناک یلین یعنی عالم بہشت تیار ہو رہی تھی۔ ایک موقع پر معلوم ہوا۔ کہ ایک دیوتا کسی روح ماہر علم موسیقی کو سورگ لوک

کے نہایت عجیب گندھرب ودیا کی تعلیم دے رہے تھے۔ اور ایک اور قسم کے دیوتا ایک نجومی کو جو برہمانڈ کی شکل اور بناوٹ سمجھنا چاہتا تھا۔ تعلیم دے رہے تھے یہہ دو تمثیلیں منجملہ بہت سی تمثیلوں کے ہیں۔ کہ جن سے یہہ پایا جاتا ہے کہ دیولوگ کے مخلوق موت کے بعد روح انسان کو ترقی دینے میں مدد دے رہے تھے۔ اور ایسے طریق بھی موجود ہیں۔ کہ جس سے اس دنیا میں زندگی کی حالت میں بھی اُن دیوتاؤں تک رسائی ہو سکتی ہے۔ اور اُن سے بے انتہا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر یہہ رسائی اُن کے درجوں تک اپنے آپکو پہنچانے سے ہوتی ہے۔ نہ کہ اُن کو اپنے درجے میں اُتار لانے سے۔

معمولی دُنیاوی کارروائی میں دیوتا بہت شاذونادر دخل دیتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے متعلق اعلیٰ ترین عالموں کے کام میں اُن کی مصروفیت اس قدر ہوتی ہے۔ کہ شاید اس عالم کی اُن کو کچھ خبر بھی نہ ہوتی ہو۔ اور اگرچہ بعض اوقات ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ کسی انسان کے رنج یا مصیبت سے وہ اس قدر ترس کھائیں۔ کہ بنظر ترحم وہ کسی طرح امداد کرنے کی کوشش کریں۔ مگر اُن کی وسیع نظر سے یہہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس درجہ ترقی روحانی میں مداخلت کرنے سے زیادہ تر صورتوں میں بجائے نیکی کے زیادہ خرابی اور نقصان ہوگا۔

بیشک ابتدا کے زمانہ میں جب بنی انسان بالکل ناواقف تھے اور جب اُن کو بیرونی امداد کی زیادہ ضرورت ہوتی تھی اُس وقت اُن کے بدھ یا مشوا اور غیر معمولی رہبران یا تو دیوتاؤں میں سے ہوتے تھے۔ یا کسی اور عالم کے کامل

ترقی کردہ انسانوں کی روحوں میں سے ہوتے تھے۔ اور ایسی ایسی امداد جن کا کہ ذکر اب کیا جاتا ہے۔ اُس قسم کے اعلیٰ مخلوق سے ہوئی تھی۔ مگر جوں جوں انسان ترقی کرتا جاتا ہے۔ وہ خود اس بات کے قابل بنتا جاتا ہے۔ کہ دستگیری کا کام کرسکے۔ پہلے اس عالم ظاہری میں اور بعد ازاں اعلیٰ ترین عالموں میں زمانہ حال میں انسان ایسے درجے میں پہنچا ہے کہ دستگیراں عالم غیب انہی میں سے بنیں۔ اور کسی قدر بنتے بھی جاتے ہیں۔ تاکہ اعلیٰ ترین عالموں کے مخلوق کو اُن عالموں کے مفید تر کام کرنے میں زیادہ فرصت ملے +

اسی لئے ظاہر ہے۔ کہ جس قسم کی دستگیری اور امداد کا ذکر ہم کر رہے ہیں۔ وہ مرد اور عورت کسی خاص درجہ ترقی روحانی میں اچھی طرح کرسکتے ہیں۔ کاملان علم باطن کا ذکر نہیں۔ کیونکہ وہ زیادہ بڑے بڑے مفید کام کرسکتے ہیں۔ اور نہ اُن کا ذکر ہے۔ کہ جو معمولی انسان ایسے ہیں۔ کہ جنہوں نے کوئی خاص ترقی روحانی نہیں کی ہے + کیونکہ وہ کسی کام میں نہیں آسکتے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ عالم برزخ میں اور عالم ضمیر کے ادنیٰ درجوں میں دستگیری اور امداد دینے کا کام عموماً مہاتماؤں کے ایسے چیلوں کے ہاتھ میں ہے۔ کہ جنہوں نے ابھی کمال تو حاصل نہیں کیا ہے مگر اس قدر ترقی روحانی حاصل کرلی ہے۔ کہ اُن عالموں میں باہوش کام کرسکتے ہیں +

اُن میں سے بعض نے کچھ زیادہ ترقی کی ہے۔ اور آگاہی جسمانی اور آگاہی دیگر عالم ہائے اعلیٰ کے درمیان سلسلہ قائم کرلیا ہے۔ اس لئے اُن کو یہ قوت حاصل ہے۔ کہ جو کچھ اُنہوں نے حالت خواب میں دیگر عالم ہائے میں معلوم کیا ہو۔

یا سیکھا ہو۔ یا کیا ہو۔ اُس کو جاگنے کے بعد بجنسہ یاد رکھ سکتے ہیں اور بہت سے اشخاص ایسے ہیں۔ کہ گو ابھی تک وہ آگاہی کا سلسلہ قائم نہیں رکھ سکتے ہیں تاہم جب وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم بے خود نیند میں سوئے حقیقت میں اُن کا وہ عرصہ ضائع نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ وقت بنی آدم کی ایکار کے لئے ایسے کاموں میں صرف ہوتا ہے۔ کہ جو خود غرضی سے پاک ہیں۔ حالانکہ اُن کو اس بات کی خبر نہیں ہوتی۔ وہ کام جس قسم کا ہوتا ہے۔ اُس کا ذکر مفصل کیا جائیگا۔ مگر قبل اُس کے ایک اعتراض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو پرا وپکار یعنی دوسروں کی امداد کے کرنے کے بارے میں اکثر سُننے میں آتا ہے۔ اور نیز اس امر کا بھی ذکر کیا جائیگا۔ کہ شاذ ونادر امداد عالم جنات سے یا مردہ شخصوں کی روحوں سے پہنچتی ہے +

جنہوں نے تھیوصوفی کے اصول اچھی طرح نہیں سمجھے ہیں۔ اُن کے دلوں میں اکثر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا کسی شخص کو جو کسی رنج یا مصیبت میں گرفتار ہو۔ ہمارا امداد دینا مناسب ہے یا نہیں +

کیونکہ مبادا ہماری امداد دینے سے حکم خدا یا کرم کے قانون کے عدل میں کوئی دست اندازی ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ انسان مصیبت اور تکلیف اپنے اپنے اعمال کے موافق بھگتتا ہے۔ یعنی جیسے فعل اُس نے پہلے کئے ہوں۔ ویسا ہی پھل پاتا ہے۔ تو پھر اُس کو مدد دینا گویا قانون قدرت میں مداخلت کرنا ہے۔ خواہ اس عالم میں۔ خواہ عالم برزخ میں۔ چنانچہ ہمارا کیا حق ہے۔ کہ ہم ایسا کریں +

درحقیقت ایسے خیال کے لوگ ناواقفیت سے اپنی حماقت ظاہر کرتے ہیں

کیونکہ اُن کے قیاس کے بموجب گویا دو باتیں تسلیم کرنی پڑتی ہیں۔ ایک تو یہہ کہ وہ دوسروں کے اعمال یعنی کرم کا کل حال جانتے ہیں۔ اور نیز یہہ کہ کب تک وہ تکلیف یا مصیبت اُس کو بھگتنی پڑیگی۔ اور دوسرے یہہ امر کہ وے جو ایک دن کے پیدا ہوئے کیڑے کے برابر بھی حقیقت نہیں رکھتے ہیں۔ اپنے دل میں یہہ زعم رکھتے ہیں کہ اُن کی ذراسی امداد سے قانون الٰہی کی قوت جس سے کرم یعنی اعمال کا بھگتنا ہوتا ہے۔ یک لخت درہم برہم ہو جائیگا۔ معلوم رہے۔ کہ کرم کے بھگتانے والے فرشتے یعنی دیوتا اپنا کام بغیر ہماری امداد کے بخوبی کر سکتے ہیں اور ہم کو اس امر کا ذرا بھی خوف نہ ہونا چاہیے۔ کہ ہم کسی فعل سے کسی طرح اُن کے کام میں کوئی دقت یا تکلیف ڈال سکتے ہیں +

اگر کسی شخص کے کرم یعنی اعمال ایسے ہوں۔ کہ اس کو مدد نہیں پہنچ سکتی ہو۔ تو ہماری نیک نیتی کی کوشش بے شک ناکام رہیگی۔ مگر نیک کام میں کوشش کرنے سے ہمارا ثواب تو کہیں نہ جائیگا کسی دوسرے شخص کے اعمال کیسے ہی ہوں اس سے ہم کو کیا غرض ہے۔ ہمارا فرض تو یہہ ہو کہ ہم حتی الامکان نیکی کریں۔ اور ہمیں فقط کام کرنے تک اختیار ہے نتیجہ اوروں کے یا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ کہ کسی کی تقدیر میں کیا ہے۔ کیا عجب ہے۔ کہ جس کی امداد ہم کرنا چاہتے ہیں۔ اُس کے بُرے کرموں کا بھگتنا ختم ہو گیا ہو۔ اور اُس کو مدد ملنے کا وقت آگیا ہو۔ پس جو کام کسی دوسرے کے لئے کرنا ہے اُس کو خود کرنے کے موقع کو ہم کیوں نہ غنیمت سمجھیں۔ اگر مدد دینے میں ہم کامیاب ہو جائیں اُس سے ظاہر ہوگا۔ کہ وہ مدد کے لائق تھا۔ مگر جب تک ہم مدد دینے کی کوشش نہ کریں تب تک

کیا معلوم ہوسکتا ہے۔ حاصل کلام قانون کرم اپنا کام خود کریگا۔ ہم کو اس کا کچھ فکر نہیں کرنا چاہئے۔

عالم جنّات سے اور دیوتا اُپدیوتا وغیروں سے انسان کو بہت شاذونادر امداد ملتی ہے۔ اور ان میں سے زیادہ تر مخلوق انسان سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ اور اُس سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ انسان کے جسم سے جو ناپاک خیالات کا دھواں نکلتا رہتا ہے۔ اور اُس کے گرد جو متواتر اشانتی یعنی بےچینی کا شور و غل مچا رہتا ہے۔ اُس سے وہ نفرت کرتے ہیں۔ اور سوائے چند اعلیٰ درجوں کے دیوتوں کے قریباً سب بے خیال اور لاپرواہ ہوتے ہیں۔ اُن کا خاصہ زیادہ تر خوشحال بچوں کی طرح ہوتا ہے۔ کہ جو نہایت خوشی سے کھیل کود میں لگے رہتے ہیں وہ سنجیدہ ذی ہوش ذمہ وار مخلوق کی طرح نہیں ہوتے تاہم بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اُن میں سے کوئی کسی خاص انسان سے اُنس کر لیتا ہے۔ اور کئی طرح سے اُس کے ساتھ سلوک کرتا ہے مگر زمانہ حال کی ترقی میں اس قسم کی امداد پر ایسا بھروسا نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ مستقل امداد باہمی دستگیران عالم غیب پر کیا جا سکتا ہے۔ عالم جنّات کے مفصل حالات تھیوصوفی کل مینول نمبر ۵ کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں بعض اوقات امداد ایسی روحوں سے ملتی ہے کہ جنہوں نے حال میں جسم خاکی چھوڑا ہے۔ اور ابتک عالم برزخ میں قیام رکھتے ہیں۔ اور معاملات دنیاوی سے تاہنوز اُن کا تعلق قائم ہے۔ غالباً جیسا کہ اُس حکایت میں مذکور ہوا۔ کہ جس میں ایک متوفی والدہ نے اپنے بچوں کو کنوئیں میں گرنے سے بچایا۔ مگر یہ ظاہر ہے۔ کہ اس قسم کی امداد بہت ہی محدود ہوتی ہے انسان

جس قدر خود غرضی سے پاک ہوتا ہے اور دوسروں کے اُپکار کے لئے کمر بستہ ہوتا
ہے۔ اُسیقدر پوری آگاہی کے ساتھ عالم برزخ کے ادنیٰ ترین درجوں میں کہ جہاں
سے اس عالم کے ساتھ رسائی آسانی سے ہوتی ہے۔ بہت تھوڑے عرصہ
قیام رکھتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اگر وہ نہایت مردود شخص نہ ہو۔ تو ایسے دنیا سے
قریب تر مقاموں میں کہ جہاں سے امداد پہنچانا ممکن ہے اُس کا قیام بہت ہی
تھوڑا ہوتا ہے۔ اور اگرچہ عالم بہشت یعنی سورگ لوک سے وہ دنیا کے اُن لوگوں
پر جن سے اس کی محبت تھی فیض پہنچا سکتا ہے۔ تاہم وہ برکت یا فیض
عام طور کا ہوتا ہے۔ نہ کہ اس قسم کا کہ جو کسی خاص حالت میں کوئی ظاہری نتیجہ
پیدا کر سکے۔ جیسا کہ ابتک مذکور ہوا۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ بہت سے مُردوں کی
روحیں جو اپنے زندہ رشتہ داروں کو مدد دینا چاہتے ہیں۔ کسی طرح اُن پر اثر
پہنچانے میں اپنے تئیں بالکل ناقابل پاتے ہیں۔ کیونکہ ایک عالم سے دوسرے
عالم کے مخلوق پر کام کرنے میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ یا تو اُس شخص
کے حواس بہت تیز ہوں۔ یا اثر پہنچانے والا علم اور ہنر رکھتا ہو۔ اس لئے گو
موت کے بعد تھوڑے عرصہ میں اکثر پریت کی صورتیں نمودار ہوتی ہیں۔ مگر یہ بہت
شاذ و نادر ہوتا ہے کہ مُردہ شخص کی روح نے کوئی حقیقت میں مفید کام کیا ہو
یا جو کچھ کہ وہ اپنے زندہ دوست یا رشتہ داران پر ملنے کے وقت ظاہر کرنا چاہتا
ہے اُس پر ظاہر کر سکا ہو۔ البتہ ایسے واقعات بہت ہیں۔ مگر بمقابلہ تعداد اُن
پریتوں کے بہت کم ہیں۔ کہ جو اپنے آپ کو زندہ شخصوں کو دکھلائی دے سکتے
ہیں پس مُردہ شخصوں کی روحوں سے بہت ہی کم مدد ملتی ہے۔ کیونکہ اکثر وہ

خود مدد کے محتاج ہیں+ اس لئے بالفعل زیادہ تر بنی آدم کی دستگیری اور امداد اُن زندہ شخصوں کا کام ہوتا ہے۔ کہ جو عالم برزخ میں اپنی آگاہی سے کام کر سکتے ہیں+

باب پنجم

حیات روحانی کی حقیقت

اُنیسویں صدی کے معمولی خیالات کے عادی لوگوں میں جن کے خیالات اکثر مادی ہیں۔ اس بات کا یقین ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ کہ آگاہی جسمانی کے علاوہ کوئی حالت کمال آگاہی کی بھی ممکن ہے۔ ہر ایک عیسائی کو اپنے مذہب کے عقائد کے بموجب کم از کم یہہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ وہ روح رکھتا ہے۔ اگر تم اُس کو سمجھانا چاہو کہ روح کا چند حالتوں میں زندگی کی حالت میں یا بعد موت کے جسم سے بالکل علیحدہ صاف ہستی نمودار ہوسکتی ہے۔ تو غالباً وہ حقارت کی نظر سے یہہ کہیگا کہ میں بھوت پرست نہیں ہوں۔ اور یہہ خیال فقط پُرانے زمانہ کے لوگوں کے جہالت کے خیالات کے بقیہ ہیں۔ کہ جو اب بھر جاگنے لگے ہیں اور جس کو درمیانی زمانے کے لوگ بالکل غلط سمجھتے تھے۔ اس لئے اگر ہم گروہ دستگیران عالم غیب کا کام سمجھنا چاہیں۔ اور اُن کے کام میں مدد دینا سیکھنا چاہیں۔ تو زمانہ حال کے خیالات سے پہلے اپنے آپ کو پاک کریں۔ اور اُس راستی عظیم کے سمجھنے میں کوشش کریں۔ کہ جو آپ ہم میں سے بہتوں کو ذاتی تجربہ

سے ثابت ہو چکا ہے۔ یعنی یہہ کہ جسم انسانی درحقیقت فقط اصلی انسان کا بیرونی جامہ ہے موت کے وقت وہ مستقل طور پر اُتر جاتا ہے۔ اور نیز ہر رات کو جب ہم سو جاتے ہیں عارضی طور سے اُتر جاتا ہے حقیقت میں نیند میں سونے کے عمل سے ہی اصلی انسان جامہ برزخی میں جسم خاکی سے باہر نکل جاتا ہے +

میں اب تاکیداً پھر یہہ کہتا ہوں۔ کہ یہہ بات فرضی یا خیالی نہیں ہے ہم میں سے بہت ایسے ہیں۔ کہ جو ہر روز پوری آگاہی کے ساتھ کرامت کا یہہ ابتدائی فعل کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ اور جو اپنی قوت ارادی سے اپنی روح کو ایک عالم سے دوسرے عالم میں پہنچا سکتے ہیں جب مشق سے عمل ثابت ہو کر حق الیقین ہو جاتا ہے۔ تو ظاہر ہی کہ معمولی نامعقول دلائل کہ ایسا ہونا ناممکن ہے اُس کو خود ہی بیہودہ معلوم ہونے لگتے ہیں۔ تب یہہ امر ایسا ہی ہو جاتا ہی۔ کہ گویا کسی سے یہہ کہا جائے کہ انسان کیلئے نیند میں سونا ناممکن ہے۔ اور اگر کوئی یہہ یقین کرتا ہو کہ میں کبھی سو یا ہوں۔ تو اُس کو یہہ کہنا کہ نہیں۔ یہہ دھوکہ ہے +

جس شخص نے آگاہی عالم برزخ اور آگاہی جسمانی یعنی جاگرت اور سوپن کی چیتنتا میں سلسلہ پیدا نہ کیا ہو۔ تو وہ اپنی مرضی سے اپنے جسم سے باہر نہیں جا سکتا نہ جو کچھ جسم سے باہر اُسپر واقع ہوتا ہی وہ سب اُس کو بعد میں یاد رہ سکتا ہے۔ تاہم اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ جتنی دفعہ اُس کو نیند آتی ہے۔ وہ اپنے جسم سے نکل جاتا ہے۔ اور جس کی نظر باطن کھلی ہو۔ اُس کو یا تو اُس کے جسم کے قریب یا کم و بیش فاصلہ پر گھومتا ہوا نظر آسکتا ہے +

جس انسان نے بالکل ترقی روحانی نہ کی ہو اُس کا جسم لطیف عموماً اُسکے جسم

خاکی کے قریب قریب نظر آتا ہے۔ اور جیسا اُس کا جسم خاکی نیند میں غافل ہوتا ہے اُس کا جسم لطیف یعنی برزخی بھی ویسا ہی غافل معلوم ہوتا ہے۔ اور بمقابلہ روحانی ترقی والوں کے برزخی جسم کے اُس کی شکل صورت کچھ نامکمل اور دھندلی سی ہوتی ہے۔ اور یہہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ اُس کے جسم خاکی سے اُسے زیادہ دور لے جانے سے اُس کے جسم خاکی کو کسی قدر بے قراری اور تکلیف ہوتی ہے۔ کہ وہ ضرور جاگ پڑتا ہے +

جوں جوں انسان روحانی ترقی کرتا ہے۔ اُس کا جسم لطیف مکمل اور زیادہ باہوش ہوتا جاتا ہے۔ اور اُس روح کے لئے اچھا جامہ بن جاتا ہے۔ زیادہ تر عقلمند اور تربیت یافتہ لوگوں میں آگاہی پہلے ہی سے زیادہ درجہ کی ہوتی ہے۔ اور جو انسان ذرہ بھی روحانی ترقی کر چکا ہو۔ وہ اس جامہ میں ویسا ہی باہوش ہوتا ہے۔ جیسا کہ جسم خاکی میں +

مگر گو وہ نیند کی حالت میں عالم برزخ میں پوری آگاہی رکھتا ہو۔ اور جہاں جی چاہے جا سکتا ہو۔ تاہم یہہ لازمی نہیں ہے کہ وہ گروہ دستگیران عالم غیب میں شامل ہونے کے لئے لائق ہو گیا ہو۔ ایسے شخصوں میں سے زیادہ تر لوگ اس حالت میں اپنے خیالات کے سلسلہ میں کہ جو عموماً جاگنے کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں ایسے مستغرق ہوتے ہیں۔ کہ جو کچھ اُن کے روبرو گذر رہا ہو اُس سے وہ بالکل بے خبر ہوتے ہیں +

ایک طرح یہہ بات اچھی ہے۔ کیونکہ عالم برزخ میں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر کسی ایسے شخص کو دکھلائی دے جائیں کہ جس کو ان مناظرات کی حقیقت کا پورا علم

نہ ہونے کے باعث تا ہنوز پورا حوصلہ پیدا نہ ہوگیا ہو۔ تو وہ گھبرا کر ڈر جاتا ہے۔

بعض اوقات انسان اپنے آپ کو درجہ بدرجہ اس حالت میں سے جگاتا ہے۔ اور وہ عالم برزخ میں جاگ کر باہوش ہوتا ہے۔ مگر اکثر جب تک کوئی اور روح باہوش اُس کی دستگیری نہ کرے۔ اور اُس عالم میں اُس کو نہ جگائے۔ تب تک وہ اُسی حالت میں رہتا ہے۔ مگر یہہ ایک بڑی ذمہ واری کا کام ہے۔ کیونکہ اُس کا عالم برزخ میں جگا دینا تو آسان ہے مگر سوائے نامناسب طریقے قوت مسمریزم سے اُس کو پھر سلانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص منجملہ گروہ دستگیران عالم غیب کسی سوتے ہوئے شخص کو جگانے کی جرأت کرے۔ اُسکو پورا اطمینان کرلینا پڑتا ہے۔ کہ اُس شخص کی طبیعت ایسی ہے۔ کہ جو قوتیں اُس عالم میں جاگنے سے اُس کو حاصل ہونگی۔ وہ اُن کو نیک کاموں میں استعمال کریگا۔ اور نیز یہہ کہ اُس کا علم اور حوصلہ اس قدر کافی ہے۔ کہ جس سے معقول وجہ سے تحقیق ہو جائے۔ کہ اُس فعل کے نتیجے سے کوئی نقصان نہ ہوگا +

اس قسم کے جگانے سے انسان گروہ دستگیراں میں شامل ہونے کے قابل ہوتا ہے۔ مگر یاد رہے۔ کہ اس سے بھی لازمی نہیں ہے۔ نہ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ اُس کو جو کچھہ کہ اُس عالم میں کیا گیا ہو۔ جاگنے پر بھی یاد رکھنے کی قوت حاصل ہو جائے۔ یہہ طاقت انسان کو خود حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اور برسوں تک کام کرنے کے بعد حاصل ہوا کرتی ہے۔ بلکہ ممکن ہے۔ کہ ایک جنم میں حاصل ہی نہ ہو۔ مگر غنیمت یہہ کہ جسم خاکی میں اس یادداشت کے نہ ہونے سے جسم سے باہر جو کام کرنا پڑتا ہے۔ اُس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ چنانچہ سوائے اس تسلّی کے نہ ہونے کے کہ جو جاگنے کی

حالت میں اپنے خواب کی حالت میں کئے ہوئے کاموں کے یاد آنے سے ہوتی ہے اور کچھ حرج نہیں ہوتا۔ اصل تو مدعا یہہ ہے کہ کام کیا جاوے۔ نہ کہ یہہ کہ ہم کو یاد رہے کہ وہ کام کس نے کیا +

باب ششم

وقت پر امداد

عالم برزخ میں امداد کا کام گو مختلف اقسام کا ہوتا ہے۔ مگر سب کا مدعا اصلی یہہ ہوتا ہے۔ کہ خواہ امداد کیسی ہی خفیف ہو مقصد یہہ ہے۔ کہ بنی آدم کی ترقی روحانی میں امداد دی جاوے بعض اوقات ادنی مخلوق حیوانی وغیرہ کو بھی کسیقدر سہارا دینا پڑتا ہے +

ہمارے رہبران کامل یہہ بھی فرض سمجھتے ہیں کہ ادنی درجوں کی مخلوق مثل عنصری مخلوق و نیز حیوانات و نباتات کی طرف بھی ہمارے ذمہ کچھ فرائض ہیں کیونکہ بعض صورتوں میں فقط انسان کے تعلق سے یا انسان کے استعمال سے اُن درجوں کے مخلوق کی ترقی ہوتی ہے +

مگر زیادہ ضروری کام کسی نہ کسی طرح بنی آدم کے متعلق ہوتا ہے۔ امداد بہت قسم کی ہوتی ہے۔ مگر زیادہ تر انسان کے روحانی ترقی کے متعلق ہوتی ہے۔ عالم اجسام میں جس قسم کی امداد کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ بہت شاذ و نادر ہوتا ہے۔ مگر گاہے بگاہے ایسا بھی ضرور ہوتا ہے۔ اور گو میں طبعی اور اخلاقی امداد بنی آدم کے امکان میں ہے

زیادہ زور دینا چاہتا ہوں۔ تاہم دو یا تین تمثیلیں اُس قسم کی بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس میں میرے رفیقوں نے عالم اجسام میں سخت ضرورت کیوقت امداد دی۔ تاکہ یہہ معلوم ہو جائے کہ جو امداد دستگیران عالم غیب سے ہوتی ہے۔ وہ اُن حکائیات کی تائید کرے۔ کہ جو ایسے شخصوں نے بیان کی ہیں۔ کہ جن کو عالم غیب سے امداد ملی +

میٹابلی لینڈ میں جو حال میں بغاوت ہوئی تھی اُس میں ہمارے ممبران میں سے ایک شخص ایک رحم کے کام پر بھیجا گیا تھا۔ جس سے یہہ ظاہر ہوگا۔ کہ اس عالم میں بھی گاہے گاہے مدد دی جاتی ہے +

ایک روز رات کو ایک کاشتکار اور اُس کے قبائل اپنی دانست میں اُس ملک میں بڑے امن سے سوتے تھے۔ اور اس بات سے بالکل بے خبر تھے۔ کہ اُن سے چند میل کے فاصلے پر بے رحم وحشی دشمنوں کا گروہ گھات میں پڑا ہوا قتل عام اور لوٹ کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔ ہمارے ممبر کے ذمے یہہ فرض تھا۔ کہ کسی طرح اس تنبیہ میں غافل کنبے کو اُن کے جان کے خطرے سے متنبہ کر دے۔ اس کام کے کرنے میں اُن کو بہت دقت پیش آئی۔ اس خطرے کا خیال سوتے ہوئے شخصوں کے دماغ میں پہنچانے کا قصد بالکل ناکام رہا۔ اور چونکہ زیادہ قوت کا کام نہایت ضروری معلوم ہوا۔ ہمارے رفیق نے اپنے آپ کو مجسم کرنا ضروری سمجھا حتّٰی کہ کاشتکار کی بیوی کو ہاتھ پکڑ کر اُٹھا دیا۔ اور کہا۔ کہ دیکھو۔ کیا حال ہونے والا ہے۔ اور جوں ہی انہوں نے دیکھا کہ وہ جاگ پڑی۔ وہ فوراً نظر سے غائب ہو گئے کاشتکار کی بیوی کو اب تک پتہ نہ لگا۔ کہ کس ہمسائے پڑوسی نے اُس کو ایسے موقعہ پر جگایا۔ اور تمام کنبے کی جان

بچائی اگر اس قسم کی غیبی امداد نہ ملتی۔ تو آدھے گھنٹے میں وہ سارے ہی سوتے ہوئے قتل ہو جاتے۔ اب تک اُس کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ دستگیر کس طرح اس مکان میں داخل ہوئی کیونکہ تمام کھڑکیاں اور دروازے اچھی طرح بند تھے۔ اس طرح اچانچک جاگ کر کاشتکار کی بیوی نے اُس تنبیہ کو بھی کچھ خواب سمجھا۔ مگر تاہم وہ اُٹھی اور دروازہ کھول کر دیکھا۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ اُس کی قسمت اچھی تھی۔ کہ اُس نے ایسا کیا گھر میں تو سب طرح امن تھا۔ مگر دروازہ کھولتے ہی کیا دیکھتی ہے۔ کہ فاصلہ پر آگ لگی ہوئی ہے۔ اور آسمان سُرخ ہو رہا ہے۔ اُس نے فوراً اپنے خاوند کو اور گھر کے اور لوگوں کو جگایا۔ اور سب وہاں سے بھاگ کر اُسی قرب میں کسی جگہ جا چھپے۔ اتنے میں وحشیوں کا گروہ آپہنچا۔ مکانوں کو مسمار کیا۔ اور کھیتوں کو برباد کیا مگر انسان کے شکار سے محروم و مایوس رہے۔ جس وقت امداد کنندہ نے کچھ عرصے بعد اس کنبے کے غیبی امداد سے جان بچنے کا حال اخبار میں پڑھا۔ تو خیال کرو۔ اُن کے دل میں کیا گزرا ہوگا

باب ہفتم

فرشتے کی حکایت

ایک اور مثیل عالم اجسام میں امداد پہنچانے کی تھوڑا عرصہ ہوا وقوع میں آئی یہہ ایک نہایت دلچسپ حکایت ہے۔ گو اس میں فقط ایک ہی جان بچائی گئی۔ منجملہ گروہ دستگیران یورپ میں دو ایسے شخص ہیں۔ کہ جو زمانہ قدیم میں ملک مصر میں بھائی

بنے۔ اور اب بھی ایک دوسرے میں نہایت اُنس ہی۔ اس جسم میں ان دونوں کی عمر میں بہت فرق ہی۔ ایک نوجوان عمر رسیدہ ہی۔ اور دوسرا خورد سال بچّہ ہی۔ مگر اُس کی روح بہت ترقی یافتہ اور ہونہار ہی۔ چنانچہ جو اُن میں سے بڑا ہے اُس کا فرض ہے۔ کہ چھوٹے کو عالم باطن کے کام میں ہدایت اور رہنمائی کرے۔ کہ جس میں وہ دونوں بدل وجان لگے ہوئے ہیں۔ اور چونکہ دونوں ہی عالم برزخ میں پوری ہوش رکھتے ہیں۔ اور نہایت سرگرمی سے کام کرتے ہیں۔ جس وقت اُن کا جسم خاکی سویا ہوا ہوتا ہے۔ وہ زیادہ تر وقت عالم برزخ میں اپنے مرشد کی ہدایت کے بموجب کام کرتے رہتے ہیں اور مُردہ اور زندہ شخصوں کو حتیٰ الامکان امداد دیتے رہتے ہیں۔

ان دونوں میں سے جو عمر میں بڑا ہے۔ اُس نے جو خط اُس وقوعہ کے بعد جسکا میں ذکر کرتا ہوں۔ لکھا تھا۔ اُس میں سے کیفیت مندرجہ ذیل بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ تیسرے شخص کی سُنی ہوئی بات سے اس قدر ثبوت نہیں ہوتا۔ ان میں سے چھوٹے کا نام سیرل تھا۔ خط کا مضمون یہہ ہی۔ ہم دونوں کسی اور کام کو جاتے تھے۔ اتنے میں "سیرل اچانچک یہہ کیا ہوا۔ کہکر پکار اُٹھا۔ ہم کو نہایت دردناک اور خطرناک چیخ سنائی دی فورًا ہی ہم موقع پر پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گیارہ بارہ برس کا لڑکا پہاڑ کی چوٹی پر سے نیچے ایک پتھر پر گر پڑا۔ اور اُس کو نہایت سخت ضرب آئی ایک ٹانگ اور ایک بازو ٹوٹ گیا۔ اور اُس کی ران میں ایک بڑا بھاری زخم پڑ گیا۔ اور اُس میں سے دریا کی طرح خُون بہتا تھا۔ بچارے کو بہت ہی سخت تکلیف تھی سیرل بولا۔ کہ آؤ اس کی مدد کریں ورنہ یہہ مرجائیگا۔

ایسے موقعوں پر بہت جلد خیال کرنا پڑتا ہے۔ وہی تدبیریں مناسب معلوم

ہوئیں۔ایک تو یہہ کہ پہلے خون بند کیا جاوے۔اور دوسرے یہہ کہ عالم ظاہری کی امداد پہنچائی جائے۔مجھ کو مجبوراً یا تو سیرل کو یا اپنے تئیں مجسم کرنا پڑا۔کیونکہ زخم پر پٹی باندھنے کے لئے جسمانی ہاتھوں کی ضرورت تھی۔علاوہ بریں یہہ بھی مناسب معلوم ہوتا تھا۔کہ وہ لڑکا اس مصیبت کی حالت میں کسی کو اپنے پاس موجود دیکھے۔مینے سوچا۔کہ میری نسبت سیرل جو چھوٹی عمر کا تھا۔اُس کے موجود ہونے سے اُس لڑکے کو زیادہ تسلی ہوگی۔اور سیرل کی نسبت میں عالم ظاہرا کی امداد وہاں زیادہ آسانی سے پہنچا سکونگا۔پس دونوں نے کام تقسیم کرلیا اور یہہ تجویز بہت اچھی نکلی۔چونکہ سیرل اپنے آپ کو مجسم کرنا نہیں جانتا تھا اسلئے مینے اُس کو جھٹ پٹ مجسم کرکے کہا۔کہ لڑکے کے گردن سے رومال اُتار کر اُس کی ران کے گرد باندھ کر ایک لکڑی سے مروڑ کر کس دے۔سیرل بولا۔اس سے اس کو سخت درد تو نہ ہوگا۔مگر سیرل نے اُسی طرح پٹی باندھ دی اور خون بند ہوگیا زخمی لڑکا کچھ بے ہوش سا تھا اور بول نہ سکتا تھا۔مگر آنکھ اُٹھا کر اُس چھوٹی نورانی شکل کو نہایت محبت سے اپنے اوپر جھکا ہوا دیکھ کر پوچھا۔کہ مہاراج آپ کیا کوئی فرشتے ہیں سیرل مسکرا کر بولا۔نہیں۔میں تو ایک لڑکا ہوں۔مگر تمہیں مدد دینے آیا ہوں پھر میں سیرل کو لڑکے کی تسلی کے لئے وہاں چھوڑ کر اس کی ماں کی تلاش میں گیا کہ جو وہاں سے ایک میل کے فاصلے پر رہتی تھی +

جس وقت سے اُس عورت کے دماغ میں مجھ کو یہہ خیال پہنچانا پڑا کہ کچھ آفت آئی ہے۔اور تو چل کر دیکھ آپ یقین نہ کروگے۔مگر آخر کار جو تھالی وہ مانجھ رہی تھی اُسے پھینک کر وہ بول اُٹھی۔خبر نہیں مجھ کو کیا ہوگیا۔خیر بچے کو جاکر ڈھونڈھنا ضرور

ہے۔ جب وہ چل پڑی تو پھر اُس کی رہنمائی کرنے میں کچھہ دقت نہ پڑی اگرچہ برابر قوت ارادی کے زور سے میں سیرل کو مجسم حالت میں قائم رکھتا تھا۔ کیونکہ ایسا نہ ہو۔ کہ لڑکا جس کو فرشتہ سمجھہ رہا تھا یکایک اُس کی نظر سے غائب ہو جائے ٭

تم جانتے ہو۔ کہ جب کوئی شکل مجسم کرنی پڑتی ہے۔ تو ایک حالت اصلی کے مادے کو دوسری قسم کے مادے میں تبدیل کرنا پڑتا ہے۔ اور اس عارضی وقت کے لئے گویا عالم کی قوت ارادی کو روکے رکھنا پڑتا ہے۔ اور اگر تمہارا تصور نصف سیکنڈ کے لئے بھی کسی اور طرف چلا جاوے تو آناً فاناً میں بجلی کی چمک کی طرح وہ مادہ اپنی اصلی حالت میں جا پہنچتا ہے۔ چنانچہ اس عورت کی طرف میری توجہ پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ تاہم جوں توں میں نے اُس کو موقع تک پہنچا یا۔ اور جوں ہی وہ پہاڑ کے موڑ پر موقع کے قریب پہنچی۔ میں نے فوراً سیرل کو غائب کر دیا۔ مگر اُس نے اُسے دیکھ لیا تھا چنانچہ اُس گاؤں میں فرشتے کی امداد کی ایک نہایت متبرک حکایت اب مشہور ہے ٭

یہہ حادثہ علی الصباح وقوع میں آیا تھا۔ اسی روز شام کو میں نے نظر باطن سے اُس گھر کی طرف توجہ کی۔ کہ دیکھوں۔ کیا حال ہے۔ معلوم ہوا کہ لڑکے کی ٹانگ اور بازو کی ہڈی بٹھا کر باندھہ دی ہے۔ اور زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ اور وہ نہایت زرد اور کمزور بستر پر لیٹا ہوا ہے۔ مگر معلوم ہوتا تھا۔ کہ تھوڑے عرصے میں اچھا ہو جائیگا۔ اُس کی ماں کے پاس دو پڑوسی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ اُنہیں حکایت سُنا رہی تھے۔ اور جو اصلی حقیقت جانتا تھا۔ اُس کو وہ کہانی عجیب معلوم ہوتی تھی وہ کہہ رہی تھے۔ کہ خبر نہیں کس طرح ایک منٹ میں مجھہ پر کیا ہوا۔ میرے دل میں آئی۔ کہ ضرور بچے پر کوئی آفت آئی ہے چل کر دیکھنا ضروری ہے۔ پہلے تو میں نے سوچا

کہ یونہیں واہیات خیال ہوگا۔ اور اُس کی طرف کچھہ توجہ نہ کی۔ مگر پھر وہی بات دل میں اُٹھی۔ مجبورًا مجھے جانا پڑا۔ مجھے یہہ معلوم نہیں۔ کہ میں ٹھیک اُس جگہ کس طرح پہنچ گئی کسی اور طرف کیوں نہ چلی گئی۔ جونہی میں موڑ پر سے پھری۔ دیکھتی کیا ہوں۔ کہ لڑکا ایک پتھر کے سہارے لیٹا ہوا ہی۔ اور اُسکے پاس گھٹنوں کے بل ایک نہایت خوبصورت بچہ بیٹھا ہوا ہی۔ اُسکا لباس سفید براق اور روشنی کی طرح منور معلوم ہوتا تھا۔ کیا بتلاؤں۔ ایسی نورانی شکل کبھی دیکھنے میں نہیں آئی گلاب کے پھول کی طرح اُس کے رخسارے اور نہایت محبت کی بھری آنکھیں تھیں اور میری طرف دیکھہ کر کسی بہشتی مخلوق کی طرح مسکرایا اور آناً فاناً غائب ہوگیا۔ پہلے میں حیران ہوگئی۔ کہ یہہ کیا بات ہی۔ فورًا ہی مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہہ کیا معاملہ تھا۔ جھٹ میں دوزانو ہوکر خدا کا شکر بجا لائی۔ کہ اُس نے میرے غریب بچّے کی امداد کے لیئے ایک فرشتہ بھیجا٭

پھر وہ بولی۔ کہ جب میں لڑکے کو اُٹھا کر گھر لے چلی تو میں نے چاہا کہ وہ رومال جو اس قدر کس کے اُس کے پیر پر باندھا ہوا تھا اور اُس کے پیر میں گھسا جاتا تھا کھول ڈالوں۔ مگر لڑکے نے کھولنے نہ دیا۔ اور کہا۔ کہ فرشتے نے یہہ باندھ دیا ہی۔ اور کہا ہے۔ کہ اس کو ہاتھہ نہ لگانا۔ جب میں نے بعد میں ڈاکٹر سے یہہ ذکر کیا۔ تو اُس نے کہا کہ اگر تم اس رومال کو کھول دیتے۔ تو بچّہ ضرور مرجاتا٭

پھر وہ لڑکے کا بیان سنانے لگی۔ اور کہا۔ لڑکا کہتا ہے کہ میرے گرتے ہی یہہ پیارا چھوٹا فرشتہ میرے پاس پہنچا۔ میں جانتا تھا کہ یہہ فرشتہ ہے۔ کیونکہ اُسی وقت میں نے پہاڑ کی چوٹی پر سے دیکھا تھا۔ کہ آدھہ میل کے اندر کوئی بشر موجود نہ تھا البتہ یہہ بات میری سمجھہ میں نہ آئی۔ کہ اُس فرشتے کے پر کیوں نہیں تھے۔ اور

یہہ کیوں کہتا تھا۔ کہ میں تو ایک لڑکا ہوں۔ اُس نے مجھے اُٹھا کر میری ٹانگ کو باندھا اور پھر مجھہ سے بات کرنے لگا۔ اور بولا۔ کہ تم بالکل مت گھبراؤ۔ تمہاری ماں کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا ہے اور وہ ابھی آجاتی ہے۔ اور اُس نے پھر مجھہ کو بڑی محبّت سے پچکارا۔ اور میری تسلّی کی۔ اُس کے چھوٹے چھوٹے نہایت ملائم گرم ہاتھہ میرے اوپر رکھے ہوئے تھے۔ اور وہ مجھہ کو عجیب دلچسپ کہانیاں سُنا رہا تھا اب مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ کہ وہ کہانیاں کیا تھیں۔ مگر اتنا میں جانتا ہوں۔ کہ وہ نہایت اچھی تھیں کیونکہ جب تک والدہ وہاں پہنچی۔ مجھے اپنے زخموں کی تکلیف بالکل یاد نہ تھی +

اور پھر اُس نے مجھے تسلّی دی۔ کہ تم جلدی راضی ہو جاؤ گے۔ اور مسکرا کر میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھہ میں بڑی محبّت سے دبائے۔ اور ایک آن میں نظر سے غائب ہو گیا +

جب سے یہہ وقوعہ گذرا ہے۔ اُس گاؤں میں دھرم کا خیال ازسرِنو پیدا ہوا اُن کے پادری نے اُن سے کہا ہے۔ کہ اس قسم کی امداد دستِ غیب کا پہنچنا گویا اُن کے لئے اشارہ ہے۔ کہ بے ایمانوں کو تنبیہ ہو۔ اور مذہب عیسائی کی پاک کتاب کی راستی ثابت ہو۔ اور کوئی شخص اب تک اس پادری کے خیالی تجویزوں کی حقیقت کو نہیں سمجھہ سکا +

مگر جو اثر اس لڑکے کے اخلاق اور جسم پر ہوا۔ اُس کی بابت کچھہ شبہ نہیں سب کہتے ہیں۔ کہ وہ لڑکا نہایت لاپرواہ اور شریر تھا۔ مگر اب وہ مانتا ہے کہ میرا فرشتہ گیا۔ عجب کہ کس وقت آجائے۔ میں ہرگز کسی پر خفا نہ ہونگا نہ کسی سے سختی اور تیزی

سے ہیں آؤنگا۔ کیونکہ کیا عجب کہ وہ دیکھ لے۔ یا سُن لے۔ اُس کا بڑا بھاری اشتیاق یہہ ہی۔ کہ کسی روز وہ فرشتہ پھر دکھلائی دے اور وہ اپنے دل میں پختہ یقین رکھتا ہے۔ کہ جب وہ مر جائیگا۔ تب وہ پیاری شکل اول ہی اول اُس عالم میں اُس کو ملیگی یہہ حکایت درحقیقت نہایت دلچسپ اور دلسوز ہے۔ البتہ اس وقوعہ سے جو نتیجہ اُس گاؤں والوں نے اور اُن کے پادری نے نکالا۔ وہ صحیح نہیں۔ تاہم اِس عالم فانی سے باہر کسی قسم کی ہستی کے وجود کی شہادت سے لوگوں کو بجائے نقصان کے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا۔ جو نتیجے اُس کی ماں کے دل میں پیدا ہوئے۔ البتہ درست ہیں۔ اگرچہ صحیح علم ہونے سے وہ اس وقوعہ کو قدرے اور طرح بیان کرتی ؎

ایک اور دلچسپ امر جو اس خط کے تحریر کنندہ کو تحقیقات سے بعد میں معلوم ہوا اُس سے ایسے حادثات کے سببوں کا کچھ پتہ لگتا ہی۔ یہہ معلوم ہوا کہ یہہ دونوں لڑکے آپس میں پہلے بھی ملے تھے اور کئی ہزار برس گذرے۔ کہ اُن میں سے ایک جو پہاڑ کی چوٹی پر سے گر پڑا تھا۔ دوسرے کا غلام تھا۔ اور اُس نے اپنے چھوٹے آقا کی جان اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بچائی تھی۔ جس کے عوض میں اُسکو آزاد کر دیا گیا تھا اور اب مدت دراز کے بعد اُس آقا نے نہ صرف اُسی قسم کا معاوضہ ادا کیا بلکہ اپنے غلام سابق کو ایک اعلیٰ روحانی درجے کی اور اخلاقی زندگی کی ترغیب دی کہ جس سے غالبًا اسکا جنم سدھر گیا۔ دیکھو یہہ امر کیسا صحیح ہے۔ کوئی نیکی کا کام بغیر نیک نتیجہ لانے کے نہیں رہ سکتا۔ کرم کا پھل ضرور ہی ملتا ہے۔ خواہ اُس کے ملنے میں کتنی ہی دیر ہو۔ کسی شاعر نے کہا ہی۔ کہ خدا کی چکّی آہستہ ضرور چلتی ہی مگر بہت سنھا پیستی ہے۔ اگرچہ وہ صبر کے ساتھ منتظر رہتا ہی۔ مگر سب کچھ عین ٹھیک طور پر پس جاتا ہی؎

باب ہشتم

ایک آتشزدگی کا قصہ

جس قسم کی حکایات کا ذکر کتابوں میں سے میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ ویسا ہی ایک
اور واقعہ کہ جس میں اسی سیبل نامی لڑکے نے امداد پہنچائی بیان کیا جاتا ہے۔ وہ
اور اُس کا بڑی عمر کا رفیق ایک رات کو اپنے معمولی کام پر جاتے تھے۔ انہوں نے
دیکھا۔ کہ اُن کے نیچے بڑے زور شور سے ایک جگہ آگ لگ رہی ہے۔ اور چاروں
طرف روشنی ہو رہی ہے۔ وہ فوراً ہی نیچے اُترے تاکہ دیکھیں۔ کہ اُن سے کیا بن
سکتا ہے معلوم ہوا۔ ایک بڑے جھیل کے کنارے ایک عالیشان سرائے میں آگ
لگی ہے۔ وہ مکان کئی منزل اونچا تھا۔ اور ایک مربع صحن کے تین طرف واقعہ تھا۔
اور اُس میں ایک باغ لگا ہوا تھا۔ اور اُس احاطہ کے چوتھی طرف جھیل تھی۔ دونوں
طرف کے مکان جھیل کے عین کناروں تک تھے۔ اور بڑی بڑی کھڑکیں پانی کے
اوپر کھلی ہوئی تھیں۔ اور اُن کے نیچے ہو کر دونوں طرف بہت تنگ راستہ تھا۔
آگ کے لگتے ہی فوراً آگ بھڑک اُٹھی۔ اور ہمارے رفیقان کے نظر پڑنے سے پہلے
درمیانی منزل کی چھتیں سُلگ گئیں تھیں۔ سوائے ایک چھوٹے بچّے کے جتنے آدمی
اُس میں تھے۔ سب بھاگ نکلے تھے۔ مگر کئی زخمی ہو کر اور جل کر بچے تھے۔ بائیں
طرف کے اوپر کی منزل کے ایک گوشے کے کمرے میں یہہ بچہ رہگیا۔ اور آگ درمیانی
منزل کی چھت پر ایسی زور سے بھڑک رہی تھی۔ کہ اگر بچّہ کسی کو یاد بھی آتا۔ تب بھی

کسی کی کچھ پیش نہ جاتی۔ غرض باہر سے مدد پہنچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ علاوہ بریں اُس بچے کو اس آفت کی مطلق خبر نہ تھی۔ کیونکہ مارے دھوئیں کے کمرہ میں دم گھٹتا تھا۔ حتّٰی کہ وہ نیند کی غفلت میں بالکل غافل ہو گیا۔

سیرل نے کہ جو بچوں کو خطرے میں دیکھکر اُن کی طرف خاصکر متوجہ ہوا کرتا تھا۔ اُس بچے کی ایسی حالتوں پر پہلے اُس نے بہت کوشش کی۔ کہ لوگوں کو اُس بچے کی بابت یاد دلائے۔ مگر اُس کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور اگر اُن کو یاد بھی آجاتا۔ تاہم وہ کچھ نہ کر سکتے۔ اِس لئے اُس نے سمجھا۔ کہ اس کوشش میں وقت ضائع کرنا فضول ہے بڑی عمر والے رفیق نے فوراً پہلے کی طرح سیرل کو اُس کمرے میں جس میں کہ بچہ سوتا تھا۔ مجسّم کیا۔ اور نیند میں غافل بچے کو جگانے کی ہدایت کی۔ نہایت دقّت سے لڑکا کسیقدر جاگا۔ مگر جو کچھ کہ واقع ہوا۔ اُس کی اُس کو خبر نہ ہوئی۔ اور آدھی نیند اور آدھی غنود کی حالت میں اُس کو ہر طرف دھکیل کر اور کھینچ کر لیجانا پڑا۔

یہہ دونوں لڑکے آہستہ آہستہ گھٹنوں کے بل کمرے سے باہر نکلے مگر چھت میں سے جو شعلے نکلتے تھے۔ اُن میں سے ہوکر گذرنا ناممکن دیکھکر سیرل نے لڑکے کو پھر کمرے میں واپس پہنچایا۔ اور کھڑکی میں سے اُسے نکال کر ایک پتھر کے چھجے پر اُتار دیا اور اُس پہ ہوکر خود اُس نے چھجے کے عین کنارے پر رہکر اور کچھ ہوا میں ادھر لڑکے کو دیوار کیطرف رکھتے ہوئے کچھ فاصلہ طے کیا۔ جب جھیل کی طرف جس جگہ آگ کم لگی ہوئی تھی پہنچے تو ایک کھلی ہوئی کھڑکی میں سے پھر مکان کے اندر چڑھ آئے۔ راستے کی طرف اس اُمید سے گئے۔ کہ اُس طرف کے زینوں میں شاید ابھی آگ نہ لگی ہوگی۔ مگر اُس کو بھی دھوئیں اور شعلوں سے پُر پایا۔ اور پھر رینگتے ہوئے اُسی راستہ واپس ہوئے

سیبرل نے بچے سے کہا۔ کہ اپنا منہہ زمین کی طرف رکھے۔ کہ وہ درمیانی مکان کے برابر جو کنواں تھا۔ اُس کے جھرلوں پر پہنچے۔ کہ جہاں اُترنے اور چڑھنے کے لئے ایک کل رکھی ہوئی تھی جب اُس میں اُترے تو سیبرل نے چاروں طرف سے بند پایا۔ مگر اتنے میں ایک رستہ معلوم ہوا۔ اُس میں سے گذر کر جب وہ زمین کے قریب پہنچے۔ تو دھوئیں کے مارے بچے کا دم گھٹنے لگا۔ پھر وہ سامنے کے کمروں میں پہنچے۔ اور کھڑکی میں سے نکل کر برآمدے کی چھت پر جا اُترے۔ اور وہاں سے پیل پاؤں سے گھٹنتے ہوئے باغ میں جا اُترے۔ مگر وہاں بھی آگ کی گرمی اس قدر تھی۔ کہ سہاری نہ جاتی تھی۔ اور دیواروں کے جل کر گر پڑنے کا خوف بھی تھا۔ آخر کار وہ دونوں ایک کشتی میں جا پہنچے۔ کہ جو اُس مکان کے نیچے گھاٹ پر لگی ہوئی تھی۔ اور اُس کشتی میں سوار ہو کر کشتی کھولدی سیبرل کا ارادہ یہہ تھا۔ کہ جلتے ہوئے مکان کے گرد کشتی کو لیجا کر دوسری طرف اُس بچے کو خشکی پر اُتار دے۔ مگر جب وہ جھیل میں کچھ فاصلہ پر پہنچے۔ تو ایک خالی جہاز نظر پڑا۔ اور جہاز والوں نے یہہ کشتی آگ کی روشنی میں دیکھی جہاز ان کو لینے کے لئے کشتی کے برابر پہنچا۔ مگر جب قریب پہنچے تو جہاز والوں نے دو لڑکوں میں سے صرف ایک لڑکے کو کشتی میں پایا۔ کیونکہ سیبرل کے رفیق نے فوراً سیبرل کو پھر زجی جسم میں منتقل کر دیا۔ اور کثیف مادہ جس سے اسکا جسم مجسم کیا تھا منتشر کر دیا۔ اسلئے وہ فوراً نظر سے غائب ہو گیا۔

نہایت احتیاط سے جہاز والوں نے دوسرے لڑکے کی بہت تلاش کی مگر کچھ پتہ نہ لگا۔ آخر کار انہوں نے یہہ سمجھ لیا۔ کہ جونہی وہ جہاز اُن کے قریب پہنچا وہ لڑکا کشتی سے گر کر ڈوب گیا ہوگا۔ جس لڑکے کی جان بچائی گئی تھی۔ جب وہ جہاز میں پہنچا۔ تو بالکل غشی کی حالت میں تھا۔ اور جب وہ ہوش میں آیا تو فقط اسقدر کہہ

سکا کہ جس وقت تم ہماری کشتی کے برابر پہنچے۔ دوسرا لڑکا موجود تھا پھر مجھے کچھ خبر نہیں کیا ہوا ✦

وہ جہاز اُس جبل میں ہو کر دو روز کے فاصلے پر جانے والا تھا۔ چنانچہ اُس لڑکے کو اُس کے والدین کے پاس پہنچانے میں قریب ایک ہفتہ لگ گیا۔ اُس کے ماں باپ یہہ سمجھ چکے تھے۔ کہ بچہ جل کر مر گیا ہوگا کیونکہ گو اُن کے دلوں پر اُس بات کے پہنچانے کی کوشش کی گئی تھی۔ کہ اُن کا لڑکا بچ گیا ہے مگر کامیابی نہ ہوئی تھی پس ظاہر ہے کہ بچے کو زندہ دیکھ کر وہ کیسے خوش ہوئے ہونگے ✦

وہ لڑکا ابتک خوش و خرم ہے اور ہمیشہ اس عجیب ماجرے کا ذکر کیا کرتا ہے۔ اور کئی دفعہ اس بات کا افسوس کرتا ہے۔ کہ وہ مہربان رفیق جس نے میری جان بچائی ایسے عجیب طور پر ایسے موقعہ پر مر گیا۔ کہ جب کوئی خطرہ باقی نہ رہا تھا۔ کبھی وہ یہہ بھی کہتا تھا کہ کیا عجب کہ وہ مرا ہی نہ ہو۔ اور کوئی فرشتہ ہو۔ مگر اس بات کو سنکر اُس کے بزرگ تکبر کی نظر سے ہنستے تھے۔ کرم کا جو رشتہ اُن کے درمیان تھا۔ اُس کا ابتک کچھ پتہ نہیں لگا ہے۔ مگر ضرور کچھ نہ کچھ ہو گا ✦

باب نہم

مجسم بنانا اور عالم برزخ کے نشانات کا جسم پر نمودار ہونا

جب اس قسم کی حکایت سنتے ہیں تو طالبان علم الٰہی اکثر یہہ سوال کرتے ہیں۔ کہ

کیا دستگیران عالم غیب اُس قسم کے خوفناک حادثوں کے درمیان صحیح سلامت رہ سکتے ہیں۔ مثلاً وہ لڑکا جو کہ دوسرے بچے کی جان ایک جلتے ہوئے مکان میں بچانے کے لئے مجسم کیا گیا تھا۔ کیا اُس کو بذات خود کچھ خطرہ نہ تھا یعنی اگر اُس کا مجسم جسم آگ کے شعلوں میں سے گذرا تھا۔ یا اگر وہ اس اونچے چھجے کے کنارے پر سے گر پڑتا۔ تو کیا اُس کے اصلی جسم خاکی کو کچھ مضرت نہ پہنچتی۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ بہت صورتوں میں اصلی جسم خاکی اور بنے ہوئے عارضی جسم سے جو تعلق ہوتا ہے۔ وہ اس قدر قریبی ہوتا ہے کہ ایک کا اثر دوسرے میں نمودار ہوجاتا ہے۔ یا اس صورت میں یہہ بات نہ ہوئی ہوگی +

ایک جسم کا اثر دوسرے جسم پر نمودار ہونے کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے اور اس بارے میں ہم پوری طرح کچھ نہیں سمجھا سکتے۔ البتہ اس کو پوری طرح سمجھنے کے لئے مختلف عالموں میں ہم آہنگی حرکت کے قانون کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔ تاہم تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ کچھ حالتیں ایسی ہیں۔ کہ جس میں اس قسم کے اثر جسم خاکی پر پڑتے ہیں۔ اور بعض صورتیں ایسی ہیں۔ کہ جن میں ایسی حرکتوں کا پہنچنا بالکل روکا جاسکتا ہے۔ مگر ہم یہہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس موقعہ پر اثر کا پہنچنا بالکل ناممکن تھا کیونکہ اوّل تو ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ کم از کم مجسم کرنے کے تین مختلف طریقے ہیں جو ہر شخص کو جس نے کہ علم سپرچوالازم میں کچھ تجربہ حاصل کیا ہے۔ معلوم نہیں۔ اس موقع پر ان طریقوں کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقط اتنا ہی کہنا کافی ہے۔ ایسے طریق موجود ہیں +

اوّل تو مجسم کرنا اس قسم کا ہوتا ہے کہ اُسکو چھوکر معلوم کر سکتے ہیں۔ مگر معمولی جسمانی

آنکھوں سے وہ دکھلائی نہیں دیتا۔ غائب ہاتھ جس سے سپر چولسٹ کے حلقوں میں کسی کا ہاتھ پکڑا جاتا ہے۔ یا جس سے کسی کے چہرے پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے۔ یا جو بعض اوقات مجسم چیزیں آسمان میں اٹھا کرلے جاتے ہیں۔ یا میز پر آواز کرتے ہیں۔ اس قسم کے مجسم جسم کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ مگر میز پر ہاتھ سے آواز کرنے کا شعبدہ ہاتھ کے مجسم کرنے کے بغیر بھی آسانی سے ہو سکتا ہے۔ دوم اس قسم کا مجسم کرنا ایسا ہے۔ کہ جو دکھلائی تو دیتا ہے مگر چھونے میں نہیں آتا یعنی وہ اس قسم کی روحانی شکلیں ہوتی ہیں جس میں سے ہاتھ چھونے والے کا اس طرح نکل جاتا ہے۔ جس طرح کے خالی ہوا میں سے بعض اوقات اس قسم کی شکلیں دھندلی اور کم نمودار ہوتی ہیں۔ اور بعض اوقات بہ صورت بالکل اصلی جسم جیسا ہوتا ہے۔ اور جبتک کوئی اُسے پکڑنے کی کوشش نہ کرے کچھ معلوم نہیں ہوتا +

سوئم۔ ایک قسم کا اور مکمل مجسم کرنے کا طریق ہے وہ جسم دکھائی بھی دیتا ہے۔ اور چھوا بھی جا سکتا ہے اور وہ مردہ شخصوں کی شکل سے عین شباہت رکھتا ہے بلکہ معمولی طور پر اس طرح ہاتھ ملاتے ہیں کہ جس طرح زندہ جسم +

ایسی شہادتیں بہت ہیں۔ کہ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ اس تیسری قسم کے مجسم کئے ہوئے جسموں میں اس قسم کے نشانات اصلی خاکی جسم پر نمودار ہوتے ہیں مگر یہہ بالکل تحقیق نہیں۔ کہ آیا اوّل اور دوسرے قسم کے جسموں میں بھی ایسا ہوتا ممکن ہے۔ اس دستگیر عالم غیب کے لڑکے کے معاملے میں غالباً مجسم بنانا تیسرے قسم کا نہ ہوگا۔ کیونکہ اس بات کی بڑی احتیاط کی جاتی ہے۔ کہ ضرورت سے زیادہ کوئی قوت صرف نہ کی جاوے۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ قسم اول اور دوئم کے جزوی شکلوں

سے پیدا کرنے میں کم قوت صرف ہوتی ہے۔ اور غالباً بچّے کا فقط وہی ہاتھ مجسم کیا گیا ہو کہ جو وہ دوسرا لڑکا پکڑ سکے۔ اور اسکا باقی جسم گو مکمل دکھائی دیتا تھا۔ اگر چھوا جاتا۔ تو اصلی ثابت نہ ہوتا +

اِس کے علاوہ ایک اور امر قابل غور ہے۔ وہ یہہ ہے۔ کہ جب کامل مجسم شکل بنائی جاتی ہے۔ خواہ وہ شخص زندہ ہو۔ یا مردہ کسی قسم کا ظاہری مادہ جمع کرنا پڑتا ہے سپرچوالسٹ کے حلقوں میں یہہ مصالح زیادہ تر معمول کے جسم لطیف یعنی ہمزاد سے لیا جاتا ہے اور بعض اوقات اُس کے جسم خاکی سے بھی۔ کیونکہ ایسا پایا گیا ہے۔ کہ ان مناظرات کے وقت اُن کے اصلی جسم کا وزن بہت کم ہو گیا +

یہہ طریقہ عاملان حلقہ اس لئے کام میں لاتے ہیں۔ کہ جب کوئی معمول قریب موجود ہوتا ہے۔ تو اُس کے مصالح سے مجسم شکل بنانا آسان ہوتا ہے۔ اور نتیجہ یہہ ہوتا ہے۔ کہ معمول کے اور مجسم شکل کے جسم میں بہت قریبی تعلق ہوتا ہے۔ حتّٰی کہ ایک دوسرے کا اثر صاف طور پر دوسرے پر نمودار ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مجسم شکل کے ہاتھ پر کھڑیا مٹی مل دی جاوے تو وہ کھڑیا معمول کے ہاتھ پر نمودار ہو گی اگرچہ اس معمول کو نہایت احتیاط سے اور بڑی حفاظت سے کسی اور جگہ اس طور سے بند کر رکھا ہو کہ جس سے کسی قسم کا فریب ممکن نہ ہو اگر مجسم شکل کے جسم پر کوئی ضرب لگائی جاوے تو معمول کے جسم کے اُسی حصّہ پر اس ضرب کا نشان بجنسہ نمودار ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ کھانے کی چیز اس مجسم شکل کو کھلائی گئی ہو وہ غذا معمول کے معدے میں جا پہنچتی ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر میں نے یہہ معاملہ خود دیکھا تھا جس تمثیل کا ذکر ہم کر رہے ہیں اُس میں کچھ اور ہی معاملہ تھا جہاں سیسل کا جسم معمولی

سو یا پڑا تھا۔ سیرل وہاں سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس لئے اُس کے رفیق کے لئے اُس جسم میں سے آکاشی لطیف مادہ لینا بالکل ناممکن تھا۔ علاوہ بریں مرشدانِ کامل کہ جن کے قواعد کے بموجب چیلے دستگیری انسان کا کام کیا کرتے ہیں۔ خواہ کتنے ہی اعلیٰ کام کے لئے ضرورت ہو کسی شخص کے جسم پر اس قسم کا زور نہیں ڈال سکتے اور نیز اُس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ کیونکہ اکثر دستگیران مجسم کرنے کے لئے ایسا طریقۂ عمل میں لاتے ہیں۔ کہ جس میں خطرہ بہت کم ہوتا ہے۔ یعنی گرد نواح کے آکاش کو جما کر یا ظاہرہ ہوا میں سے مادہ مطلوبہ کھینچ لیتے ہیں۔ یہہ عمل معمولی قوت کے مخلوق کے لئے جو سپر چوالسٹ حلقوں کے اندر نمودار ہوتے ہیں۔ تو ناممکن ہے۔ مگر عاملان علم باطن کے کیمیاں دان یعنی نت گیا ہونکے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ دونوں تقسیموں کے نتیجہ کا فرق یہہ ہے کہ معمول کی جب کوئی شکل مجسم کیجاتی ہے تو اُس حالت میں مجسم کی ہوئی شکل کا جسم خاکی کے ساتھ نہایت قریبی تعلق ہوتا ہے کیونکہ وہ اُسی کے مصالحہ سے بنایا جاتا ہے۔ اِسی لئے جو نشانات ضرب وغیرہ اس جسم پر پڑتے ہیں جسم خاکی پر نمودار ہو جاتے ہیں مگر دستگیر الیا کو ہو بہو جسم خاکی کے مشابہ جسم بناتے ہیں۔ وہ اصل میں قوت تصور سے اُس مادے سے بنایا جاتا ہے۔ کہ جو اصل جسم خاکی سے بالکل علیحدہ ہوتا ہے۔ اِس لئے اُس جسم پر جو نشانات وغیرہ پڑتے ہیں۔ جسم اصلی پر نمودار نہیں ہوتے۔ وہ جسم جسم خاکی سے ایسا ہی بے تعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی شخص کی شباہت کا بت سنگین + اِس لئے آگ کے شعلوں میں سے گذر جانے سے اور اونچی جگہ سے گر پڑنے کا اُس طفل دستگیر کو کچھ خطرہ نہ تھا۔ اور ایک موقع پر دستگیران میں سے ایک شخص مجسم ہو کر ایک ڈوبتی ہوئی کشتی میں چلا گیا تھا۔ اور اُس کے اصل جسم خاکی کو کچھ مضرت

مضرت نہیں ہوئی۔ (دیکھو باب ۱۱) معلوم ہوا ہوگا کہ ان دونوں موقعوں پر بیرل اپنے آپ کو خود مجسم نہیں کر سکا تھا۔ اور یہہ عمل اُس کے لئے اُس کے عمر رسیدہ رفیق کو کرنا پڑا تھا۔ اِسکا ایک اور تجربہ بیان کرنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اُس سے ایک ایسی تمثیل پائی جاتی ہے کہ جس میں جوش ترحم اور قوت ارادی کے زور سے وہ اپنے آپ کو ظاہر کر سکا تھا۔ یہہ معاملہ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ کہ جس میں متوفی والدہ نے محبّت کے جوش کی وجہ سے اپنے بچّوں کی جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو ظاہر کر دکھایا تھا +

گو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ تاہم ہمیں کچھ شک نہیں۔ کہ قوت ارادی ہر عالم کے مادے پر بہت بڑی طاقت رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر قوت کافی ہو تو بلا واسطہ کسی قسم کا نتیجہ پیدا کر سکتی ہے۔ خواہ اس عامل کو کسی خاص ترکیب کا علم ہو یا نہو۔ خواہ وہ کچھ خیال بھی نہ کرے۔ کہ کام کس طرح کرنا ہے۔ اس امر کی کافی شہادت موجود ہے۔ کہ مجسم کرنے کے عمل میں بھی ایک قوت کام آتی ہے۔ اگرچہ معمولی طور پر یہہ بھی ایک ہنر ہے۔ کہ جو سیکھنا پڑتا ہے۔ البتّہ معمولی آدمی عالم برزخ میں بغیر سیکھنے کے اپنے آپ کو مجسم نہیں کر سکتا۔ کہ جس طرح اس عالم میں جس کسی نے سارنگی بجانی نہ سیکھی ہو۔ وہ اُس کو نہیں بجا سکتا۔ مگر کچھ مستثنیات بھی ہیں۔ جیسا کہ حکایات ذیل سے معلوم ہوگا +

باب دہم

دو بھائیوں کا بیان

یہہ قصہ ایک ایسے شخص کی تحریر سے ہے۔ کہ جس کی قوت بیانیہ میرے

سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اس حکایت کا مفصل ذکر رسالہ تھیوصوفی کل ریویو ماہ نومبر ۱۸۹۵ء صفحہ ۲۲۹ میں درج ہی۔ ناظرین اگر چاہیں۔ تو اُس کو پڑھ لیں۔ میں صرف اُسکا مختصر ذکر کرتا ہوں۔ اس میں جو نام لکھے گئے ہیں۔ وہ فرضی ہیں۔ مگر واقعات نہایت صحت سے بیان کئے گئے ہیں +

ایک دیہاتی شریف آدمی کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام لنسی لاٹ تھا جس کی عمر ۱۴ سال کی تھی۔ اور دوسرے کا نام والٹر تھا۔ اُس کی عمر ۱۱ سال کی تھی دونوں بھائی بہت اچھے اور تندرست اور مضبوط تھے۔ جیسے کہ اس نواح میں سینکڑوں ہوتے ہیں بظاہر اُن میں کسی قسم کی روحانی قابلیت نہ تھی۔ البتہ ایک قابل غور بات یہہ تھی۔ کہ اُن دونوں میں محبت اور اُنس اس قدر زیادہ تھا۔ کہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا۔ اور اُن میں سے کوئی اکیلا کہیں نہ جاتا تھا۔ اور چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے بہت ہی زیادہ محبت رکھتا تھا۔ ایک روز لنسی لاٹ گھوڑے پر سے گر پڑا اور فوراً ہی جان بحق ہوا۔ والٹر کی آنکھوں میں عالم تاریک ہوگیا۔ اُس بچے کا غم اس قدر بڑھا کہ اُس نے کھانا پینا سونا قطعی ترک کر دیا۔ اُس کی والدہ اور دایا نے بہت سمجھایا۔ اور تسلی دی۔ مگر اُن کی کچھ پیش نہ گئی۔ بچے نے ایک نہ مانی۔ جب اُنہوں نے یہہ کہا کہ رنج کرنا گناہ ہے اور تیرا بھائی بہشت میں ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ تم کیونکر جان سکتے ہو۔ اور فرض کیا کہ یہہ صحیح بھی ہو۔ تو میں خوب جانتا ہوں کہ میرے بغیر میرا بھائی بہشت میں خوش نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ میں اس دنیا میں اُس کے بغیر چین نہیں پاسکتا + خواہ کسی کو یقین آوے یا نہیں۔ درحقیقت وہ بچہ غم کے مارے قریب الرگ

تھا۔ زیادہ تر دل سوز واقع یہہ تھا۔ کہ گو اُس کو کچھ خبر نہ تھی۔ اُس کا متوفی بھائی ہر وقت اُس کے برابر کھڑا رہتا تھا۔ اور اُس کی تکلیف اور مصیبت کو پوری ہوش میں آنکھوں سے دیکھتا تھا اور جب بار بار اُس کو چھونے کی اور اُس سے بات کرنے کی کوشش کرتا تھا اور ناکام رہتا تھا۔ تو نہایت ہراسان ہوتا تھا +

تیسرے روز رات کے وقت اُس وقوعہ کے بعد جب اُن کی حالت نہایت قابل رحم ہو گئی تھی۔ نہ معلوم کس طرح سیبرل کی توجہ اُس طرف پڑی وہ کہتا ہے۔ کہ میں اُس طرف سے گزر رہا تھا۔ اور کچھ شک نہیں کہ رہبران دریائے رحمت کے اشارے سے میں اُس موقع پر پہنچا۔ بیچارہ والٹر بالکل ناتوان پڑا ہوا تھا۔ مگر اُس کی آنکھوں میں نیند نہ تھی۔ اپنی دانست میں وہ تن تنہا پڑا تھا۔ مگر اُس کا غمگین بھائی برابر اُس کے قریب کھڑا تھا یعنی لاٹ چونکہ زندان جسمانی سے آزاد تھا۔ وہ سیبرل کو دیکھ سکتا تھا۔ اور اُس کی گفتگو سُن سکتا تھا۔ اِس لئے اول ہی اول اس بات کی ضرورت ہوئی۔ کہ اُس کا دُکھ اِس وعدہ سے دور کیا جاوے کہ میں تم کو تمہارے بھائی سے ملا دونگا۔ اور میں تمہارا دوست اور مددگار رہونگا +

جونہی مُردہ بھائی کے دل میں یہہ امید پیدا ہوئی اور وہ خوش ہوا سیبرل زندہ بھائی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اُس کے دماغ میں اُس خیال کے پہنچانے میں از حد کوشش کی کہ اُس کا بھائی اُس کے قریب کھڑا ہے۔ اور مرا نہیں۔ اور اُسی طرح زندہ ہے محبت کرتا ہے جیسا کہ پہلے کرتا تھا۔ مگر کوشش ناکام رہی رنج کے مارے غریب بیچارے والٹر کا دل ایسا پتھر ہو گیا تھا کہ باہر کی طرف سے

کوئی اشارہ اُس میں داخل نہ ہوسکتا تھا۔ سیرل بیچارہ حیران تھا۔ کہ کیا کروں۔ مگر اُن کی یہہ غمگین حالت دیکھہ کر اُس کے دل میں ایسا ترس آیا۔ کہ اُس نے مصمم ارادہ کیا۔ کہ چاہے کچھہ ہوجائے۔ اُن کی امداد ضرور کرنی ہے اور کہا کہ ابتک مجھے کچھہ معلوم نہیں۔ کہ کس طرح میں اُس دلشکستہ لڑکے کو چھوسکا۔ اور اُس سے بات کرسکا۔

والٹر نے پوچھا۔ کہ تم کون ہو اور کیونکر آئے ہو۔ مگر سیرل نے اُس کے جواب دینے سے پہلے ہی یہہ کہا۔ کہ تمہارا بھائی تمہارے پاس کھڑا ہے۔ اور اس بات کی کوشش کی۔ کہ اس کو یہہ سنائی دیجاوے۔ کہ وہ بار بار یہہ کہہ رہا ہے کہ میں مرا نہیں ہوں اور تمہاری امداد اور تسلی کے لئے کوشش کر رہا ہوں۔ اور بدستور زندہ ہوں۔ والٹر بڑے شوق سے چاہتا تھا کہ اس بات کو یقین کرے۔ مگر امید پورے ہونے کا حوصلہ اُس کے دل پر نہ آتا تھا۔ آخرکار سیرل کے متواتر اسرار کرنے پر اُس کے شبہات دور ہوئے۔ اور وہ بولا۔ کہ میں یقین کرتا ہوں کہ جو کچھہ آپ کہتے ہیں صحیح ہے۔ کیونکہ آپ مجھہ پر اس قدر مہربان ہیں مگر جب تک میں اُسے آنکھوں سے نہ دیکھہ لوں تب تک مجھے تسلی نہ ہوگی۔ اگر مجھہ کو اُس کی آواز ایک دفعہ بھی یہہ کہتی ہوئی سُنائی دیجائے۔ کہ میں خوش ہوں۔ تو پھر مجھے کچھہ پرواہ نہیں۔ خواہ وہ بعد میں چلا جائے۔

گو سیرل اپنے کام میں نو آموز تھا۔ مگر اس قدر جانتا تھا کہ والٹر کی خواہش ایسی ہے کہ جو عموماً منظور نہیں ہوسکتی۔ اور کچھہ نا امید سا ہو کر یہہ بات والٹر کو کہنے لگا تھا۔ اتنے میں کسی ایسے شخص کو دیکھا۔ کہ جن کو دستگیران سب جانتے ہیں۔ گو کوئی لفظ زبان سے کہا گیا مگر اُس کے دل پر یہہ منقش ہوا۔ کہ جو کچھہ تم کہنا چاہتے تھے۔ وہ مت کہو

بلکہ یہہ کہو۔ کہ تمہاری دل کی مراد پوری ہوجائیگی۔ سیرل بولا۔ کہ جب تک میں لوٹ کر آؤں۔ تم انتظار کرو۔ پھر تمہیں دکھائی دے جائیگا۔ یہہ کہکر سیرل غائب ہوگیا۔

مرشد کامل یعنی ست گورکے ایک ہی اشارے سے اُسے معلوم ہوگیا کہ کیا کرنا چاہئے اور کس طرح۔ وہ فوڑا اپنے بڑے رفیق کو لائے کو گیا کہ جو اُسے ہمیشہ مدد دیتا تھا۔ وہ رفیق ابھی سویا نہ تھا۔ مگر سیرل کی جلدی جلدی بُلانے کی آواز سُنکر فوڑا ہی اُس کے ساتھہ ہولیا۔ اور چند منٹوں میں دونوں والٹر کے بسترے کے قریب جا کھڑے ہوئے۔ وہ بیچارہ لڑکا اپنے دل میں سوچتا تھا۔ کہ یہہ سب خواب ہیں۔ چنانچہ جب سیرل کو پھر دیکھا تو باغ باغ ہوگیا۔ اور جب مرشد کامل کے حکم سے اُس بڑے رفیق نے لنسی لاٹ کو مجسم کیا۔ تو فوڑا مردہ اور زندہ دونوں بھائی ہاتھہ پکڑ کر کھڑے ہوگئے۔ اُن کی خوشی کا کچھہ انتہا نہ رہا۔ اور دونوں بار بار یہی کہتے تھے۔ کہ اب ہم کبھی رنجیدہ نہ ہونگے کیونکہ اب ہم جان گئے۔ کہ موت کو ہمیں جدا کرنے کی طاقت نہیں اور جب سیرل نے اپنے رفیق کے اشارے سے اُن کو یہہ سمجھایا کہ یہہ نادر ظہور جسمانی ملاپ کا پھر نہ ہوگا۔ مگر لنسی لاٹ تمام دن والٹر کے پاس ہوگا۔ اگرچہ والٹر کو دکھائی نہ دیوے اور ہر رات کو والٹر اپنے جسم خاکی سے نکل جایا کریگا۔ اور پورے ہوش میں اپنے بھائی سے ملا کریگا۔ تب بھی اُن کی خوشی کچھہ کم نہ ہوگی۔

یہہ سُنکر بیچارہ ناتوان والٹر فوڑا سوگیا۔ اور اُسی وقت اس گفتگو کی راستی ثابت ہوگی۔ اور والٹر حیران ہوا۔ کہ وہ اور اُس کا بھائی عجیب پھرتی کے ساتھہ جہاں چاہتے تھے پہنچ سکتے تھے۔ سیرل نے اُسکو سوچ سمجھہ کر آگاہ کردیا۔ کہ غالبًا اس آزاد زندگی کی کیفیت دن کے وقت جاگنے سے تمکو یاد نہ رہے۔ مگر خوش قسمتی سے ایسا ہوا۔ کہ

جس طرح ہم سب بھول جاتے ہیں وہ اُس کیفیت کو جاگنے پر نہ بھولا۔ بلکہ اُسکو ہر ایک بات ذرا ذرا یاد رہی۔ اور جب صبح کو وہ جاگا۔ اور یہہ عجیب وغریب قصہ بیان کیا تو اِس غمزدہ گھر پر اِس قصّہ کا اثر مخالف پڑا۔

اُس کے والدین نے یہہ سمجھا۔ کہ غم کے صدمے سے لڑکے کا دماغ پھر گیا ہے۔ اور چونکہ وہی بچہ وارث تھا۔ وہ نہایت متفکر ہو کر خفقان کی علامات کے بڑھنے کا انتظار کرنے لگے۔ مگر خوش قسمتی سے کوئی علامت خفقان کی ظاہر نہیں ہوئی۔ تاہم وہ اِس امر میں اُسکو سودائی سمجھتے تھے۔ حالانکہ وہ خوب جانتے تھے۔ کہ اس سودا سے اُس کی جان بچی۔ مگر اُس کی بوڑھی دایہ جو کہ کیتھلک اعتقاد کی تھی بجنسہ یقین رکھتی تھی۔ کہ جو کچھ وہ کہتا ہے صحیح ہے۔ حضرت عیسی المسیح نے جو خود بھی ایک زمانے میں طفل تھے اُس بچّے کو رنج کے عالم میں قریب المرگ پاکر ترس کھایا اور اُس کے مُردہ بھائی کو مُردوں میں سے واپس لانے کے لئے اپنا ایک فرشتہ بھیجا۔ اب یہہ بات گویا اُس کے محبّت پاک کا معاوضہ تھا۔ کہ جو محبّت موت سے بھی زیادہ استحکام رکھتی ہے۔

بعض اوقات عام لوگوں کے جاہلانہ خیال بھی تعلیم یافتہ بے یقینوں کے خیالات کی بہ نسبت حقیقت کے قریب قریب پہنچ جاتے ہیں۔

یہہ حکایت ابھی ختم نہیں ہوئی۔ کیونکہ جو نیک کام اس رات سے شروع ہوا وہ روز بروز ترقی پر ہے۔ اور کیا معلوم کہ اس ایک فعل کا اثر کہاں تک پہنچے۔

والٹر کی عالم برزخ کی آگاہی ایک دفعہ اس طرح مکمل طور سے جاگ گئی۔ کہ جو مستقل طور پر ابتک قائم ہے۔ ہر روز صبح کے وقت جو کچھ رات کو اپنے بھائی کے ساتھ

وقوع میں آتا تھا۔ اُس کی یادداشت دماغ جسمانی میں جا گنے پر بھی قائم رکھتا اور ہر رات کو وے اپنے پیارے رفیق ہمدرد سیرل سے بھی ملتے جس سے کہ اُنہوں نے جدید عالم غیب کی بابت بہت کچھ سیکھا اور نیز دیگر بلند تر عالموں کے بارے میں بھی سیرل کی رہنمائی سے زندہ اور مُردہ دونوں بھائی بڑے شوق سے گروہ دستگیران میں دل وجان سے شامل ہو گئے۔ اور غالباً سالہا سال تک جب تک کہ لنسی لاٹ کا مضبوط جوان جسم برزخی قائم رہے بہت سے ہی مرتے ہوئے بچے ان تینوں کے ممنون احسان ہو جائینگے۔ کہ جو خوشی اُن کو خود حاصل ہوئی ہے اُس میں سے کچھ نہ کچھ اوروں کو بھی پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں +

یہہ دونوں صرف مُردوں کو ہی فائدہ نہیں پہنچاتے۔ کیونکہ اُنہوں نے اور بھی کئی زندہ بچے ایسے تلاش کر لئے ہیں۔ کہ جو خواب کی حالت میں عالم برزخ میں آگاہی رکھتے ہیں۔ ایسے بچوں میں سے کہ جن کو وہ سیرل کے پاس لائے۔ بچوں کے گروہ دستگیران میں سے ایک بہت اچھا رنگروٹ نکلا ہے۔ اور اس عالم میں بھی وہ بہت مہربان چھوٹا رفیق ہے +

جن کے لئے یہہ خیالات نئے ہیں۔ وہ بعض اوقات نہیں سمجھ سکتے۔ کہ عالم برزخ میں بچے کیا کام دے سکتے ہیں۔ کیونکہ جب اُن کا جسم خاکی ابھی پورا نشوونما نہیں پا چکا ہے۔ تو اُن کا جسم برزخی بھی تو ابھی خام ہی ہوگا۔ اور جو روح ایسے جسم میں ہوتی ہے کہ جو ابھی بچہ ہے۔ وہ روح کس طرح کام کر سکتی ہے۔ یا ترقی روحانی میں یا اخلاقی میں بنی آدم کو امداد دے سکتی ہے۔ کیونکہ سنا گیا ہے کہ یہی ان کا بڑا کام ہے + ان میں سے ایک قصے کے شائع ہونے کے ایک

عرصہ بعد جب اول ہی اوّل سوال پوچھا گیا۔ تو میں نے وہ سوال بجنسہٖ سیرل کے پاس بھیجدیا۔ اور پوچھا۔ کہ تم اس کا کیا جواب دیتے ہو۔ سیرل نے اس کا جو جواب تحریر کیا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

سیرل لکھتا ہے جیسا کہ دریافت کنندہ نے لکھا ہے۔ کہ میں ابھی بچہ ہوں۔ وہ صحیح ہے۔ اور میں ابھی بہت تھوڑا علم رکھتا ہوں اور جب میں زیادہ واقف ہو جاؤنگا تو زیادہ کام کر سکونگا۔ مگر میں اب بھی کچھ تھوڑا سا کام کر سکتا ہوں۔ کیونکہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں۔ کہ جنہوں نے اب تک تھیوصوفی کی بابت کچھ بھی نہیں سیکھا۔ حالانکہ وہ اور باتوں میں میری نسبت بہت کچھ زیادہ جانتے ہیں دیکھو جب تمہیں کسی خاص جگہ جانا ہوتا ہے۔ تو ایک چھوٹا سا بچہ جو اُس طرف کا راستہ جانتا ہو۔ تم کو زیادہ کام دیسکتا ہے بہ نسبت سو داناؤں کے کہ جو وہ راستہ نہیں جانتے:۔

علاوہ بریں جب بچہ بھی عالم برزخ میں با ہوش کیا جاتا ہے تو اُس کا جسم برزخی اسقدر جلد ترقی پاتا ہے۔ کہ جوان جسموں کی نسبت کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور بلحاظ کام دانا سے دانا عمر رسیدہ شخصوں کے جسم کی بہ نسبت کہ جن کی آگاہی ابھی اُس عالم میں نہیں جاگی ہے۔ زیادہ کام کرنے کے لائق ہوتا ہے لیکن اگر وہ روح کہ جو بچے کے جسم میں ہوتی ہے۔ اگر خواص مطلوبہ نہ رکھتی ہو یعنی مستقل مزاجی محبت کا مادہ اُس میں نہ ہو اور اپنے پچھلے جنموں میں یہ خاصیتیں اُس میں خاص طور پر ظہور میں نہ آئی ہوں۔ تو کوئی ماہر علم باطن اُس کو عالم برزخ میں با ہوش کرنے کی سنگین ذمہ داری نہیں اٹھاتا مگر جب اُن کا کرم ایسا ہوتا ہے۔ کہ اُن کی آگاہی عالم برزخ میں جگائی جاوے۔ تو بچے بہت اچھے مددگار بنتے ہیں۔ اور دل و جان سے اور بڑے شوق سے کام کرتے

ہیں۔ جو دیکھنے میں نہائت ہی دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ پس دیکھئے۔ قدیم پیشینگوئی کہ ایک چھوٹا طفل اُن کی رہنمائی کریگا۔ اب پوری ہو رہی ہے*

ایک اور سوال ہو سکتا ہے۔ کہ جب سیبرل کسی طرح جوش محبت اور ہمدردی اور قوت ارادی سے اپنے آپ کو مجسم کر سکا۔ تو تعجب کی بات ہو۔ کہ لنسی لاٹ کہ جو اتنے عرصے سے اپنے بھائی سے ملنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اپنے تائیں کیوں مجسم نہ کر سکا*

اس سوال کا جواب کچھ مشکل نہیں۔ کہ لنسی لاٹ اپنے بھائی کے ساتھ کیوں نہ مل سکا۔ کیونکہ نہ ملنا ایک امر معمولی ہے۔ تعجب کی بات تو یہہ ہے۔ کہ سیبرل اپنے آپ کو مجسم کر سکا۔ نہ یہہ کہ لنسی لاٹ کیوں نہ مجسم ہو سکا۔ نہ صرف اس لئے کہ سیبرل کا خیال غالباً زیادہ مضبوط تھا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ وہ اس کام کو بخوبی جانتا تھا کہ کیا کرنا ہو اور یہہ بھی جانتا تھا۔ کہ مجسم ہونا ممکن ہے۔ اور عام طور سے اُس کی ترکیب بھی جانتا تھا۔ لیکن لنسی لاٹ اُس وقت تک یہہ باتیں بالکل نہ جانتا تھا۔ مگر اب جانتا ہی*

باب یازدہم

جہازوں کا لوٹنا اور دیگر افعال

بعض اوقات گروہ دستگیران عالم غیب کسی کسی قسم کی بڑی آفات کو بھی ٹلا سکتے ہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ کہ جہازوں کے کپتان غلطی کھا کر یا کسی اور وجہ سے گمراہ ہو کر خطروں میں پڑے ہیں۔ بار بار اُن کے دلوں پر یہہ اثر ڈال کر کہ کچھ

آفت آنے والی ہے۔ جہاز کو ٹکرانے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے سے بچا لیا گیا۔ اور گو عموماً یہہ تنبیہ جہاز کے کپتان کے دماغ میں ایک وہم کی طرح خود بخود پیدا ہوئی تاہم جب بار بار یہی خیال اُٹھتا ہے۔ تو ضرور ہی جو کچھ احتیاط سوجھتی ہیں۔ اُن کی طرف کچھ توجہ کرنی پڑتی ہے +

ایک جہاز کے جہاز ران کو جو ناواقفیت سے خشکی سے بہت قریب جا پہنچا تھا۔ بار بار یہہ اشارہ ہوا۔ کہ جہاز کو ہٹا لے اور گو اُس نے کئی بار اپنے آپ کو روکا اور اس خیال کو بیہودہ سمجھا۔ آخر کار اُس نے کچھ نیم رضا ہو کر جہاز کو ہٹانے کا حکم دیا چنانچہ اُس نے جہاز کو ہٹا کر کنارے سے دور کر لیا۔ جب صبح ہوئی۔ تو اُسے معلوم ہوا۔ کہ خوفناک حادثہ کسقدر قریب تھا +

عموماً آفات شامت اعمال سے آتی ہیں۔ ایسی صورتوں میں وہ ٹل نہیں سکتیں مگر کوئی یہہ نہ سمجھے۔ کہ ایسی صورتوں میں مدد نہیں دیجا سکتی۔ ممکن ہو کہ اُن لوگوں کی تقدیر میں مرنا ہی ہو۔ اس لئے اُن کو موت سے نہیں بچایا جا سکتا۔ تاہم وہ اکثر موت کے لئے کسی قدر پہلے سے تیار ہو سکتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد عالم روحانی میں اُن کو مدد مل سکتی ہے اور یہہ بھی ایک مسلمہ امر ہے کہ جہاں کہیں کوئی بڑی آفت نازل ہوتی ہے۔ ایسے موقعوں پر خاص امداد بھی ضرور پہنچائی جاتی ہے +

حال میں دو موقعوں پر اس قسم کی امداد پہنچائی گئی۔ ایک تو ڈرمنڈ کیسل نامی جہاز کے راس اشانٹ کے قریب غرق ہونے کے وقت اور ایک خوفناک طوفان کے وقت کہ جس سے امریکہ میں سٹیٹ لوئس نامی شہر تباہ ہوا۔ دونوں موقعوں پر صرف ایک منٹ پہلے آگاہ کیا گیا۔ اور دستگیران نے حتی الامکان لوگوں کے دلوں میں قرار پہنچانے

کی کوشش کی۔ تاکہ اُس صدمے سے جو کہ وارد ہونیوالا تھا۔ کم کھلبلی مچے۔ مگران
دونوں موقعوں پر زیادہ تر کام متوفیوں کے ساتھ عالم برزخ میں اُس وقت
عمل میں آیا۔ کہ جب وہ جسم فانی چھوڑ چکے تھے۔ مگر اس کا ذکر بعد میں کیا جائیگا۔
افسوس ہے کہ جب کبھی ایسی آفت آنیوالی ہوتی ہے۔ تو دستگیران عالم غیب کے
رحمت کے کام میں خوف زدوں کی گھبراہٹ اضطرابی سے بہت روک پڑجاتی ہے
اور بعض اوقات لوگوں کی مے نوشی اور مدہوشی کی وجہ سے اُن کے کام میں بہت روک
پڑتی ہے۔ کئی جہاز اس طرح غرق ہوئے کہ جس کا ہر بشر شراب کے نشے میں بالکل
دیوانہ ہو رہا تھا۔ اور اس کی وجہ سے اس عالم میں یا مرنے کے بعد جو امداد اُن کو
دی جاتی تھی۔ بالکل اُسکو لینے کے قابل نہ رہے تھے۔

اگر کبھی ایسی مصیبت کا موقع آن پڑے۔ کہ اُس سے بچنے کی کوئی امید نہ ہو۔
تو ہم کو اس بات کے یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ مددگار ضرور ہمارے نزدیک
موجود ہیں اور اُن کے کام میں آسانی پیدا کرنا یا وقت ڈالنا ہمارے ہی ہاتھ ہے۔
اگر ہم بہادری سے اور مستقل مزاجی سے چپ چاپ مصیبت سر پر اُٹھالیں۔ اور
یہہ سمجھ لیں۔ کہ اصلی روح کا کچھ نقصان نہیں ہو سکتا۔ تو اُس وقت ہمارا دل اس
امداد کے اور ہدایات کے قبول کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ کہ جو دستگیران ہمیں پہنچانے
کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور وہی امداد ہمارے لئے بہتر ہوگی خواہ اُس کا مقصد
ہم کو موت سے بچانے کا ہو۔ یا جب یہہ ناممکن ہو۔ تو ہم کو امن سے دوسرے عالم
میں پہنچانے کا ہو۔

اس قسم کی امداد اکثر فرداً فرداً اُن شخصوں کو پہنچائی جاتی ہے۔ کہ جو موت ناگہانی یعنی

اکھات مرتوسے مرتے ہیں۔ اور نیز عام آفات کے وقت کسی مجمع کو۔ اس بات کے سمجھانے کو صرف ایک ہی تمثیل کافی ہوگی۔ ایک بڑے بھاری طوفان کے موقعہ پر جس نے انگلستان کے ساحل کو بہت نقصان پہنچایا جسے چند سال گذرے ہیں۔ ایسا ہوا۔ کہ ایک ماہی گیر کی کشتی کنارے سے دور سمندر میں غرق ہوگئی۔ اُس کشتی میں فقط ایک بوڑھا ماہی گیر اور اُس کا ایک بچہ تھا جب کشتی اُلٹ گئی۔ تو لڑکا کشتی سے لٹکتا رہا۔ کوئی ظاہرہ مدد دینے والا نظر نہ آتا تھا۔ اور اگر کوئی ہوتا بھی۔ طوفان ایسے زور شور کا تھا۔ کہ کسی کی کچھ پیش نہ جاسکتی تھی۔ چنانچہ ماہی گیر جان گیا تھا کہ بچنے کی کوئی امید نہیں ہے اور موت چند لمحوں کا معاملہ ہے۔ اُس کو بہت اضطرابی اور خوف پیدا ہوا۔ خصوصاً جب ناپیدا کنار وسیع سمندر میں اپنے آپ کو اکیلا اور بے چارے پایا۔ اور اُس کو یہہ فکر بھی بہت ستاتا تھا۔ کہ میرے زن بچے میرے موت کے بعد کیا کرینگے +

اتنے میں ایک دستگیر عالم غیب نے جو یہہ ماجرہ دیکھا تو اُس نے اُس کے دل کو تسلی دینے کی کوشش کی۔ مگر وہ اضطرابی اور خوف سے ایسا گھبرایا ہوا تھا کہ اُس پر کوئی تصور پہنچانا دشوار تھا۔ اِس لئے اُس نے یہہ ہی مناسب سمجھا۔ کہ ظاہر ہوکر اُس کو مدد دینا بہتر ہوگا۔ اس حکایت کے بیان کرتے وقت اُنہوں نے فرمایا کہ جس وقت ماہی گیر نے مجھے دیکھا۔ تو اُس کی کیفیت اور خوشی قابل دید تھی جب اُس نے ایک منوّر شکل کو کشتی کے اوپر کھڑے ہوئے دیکھا۔ تو تحقیق سمجھا۔ کہ اُسکو مصیبت سے بچانے کے لئے کوئی فرشتہ نازل ہوا۔ اور اب نہ صرف میں امن سے جان دونگا۔ بلکہ میرے زن اور بچے کی بھی ضرور خبر گیری ہوگی چنانچہ چند لمحوں میں جب

اُس نے جان دی۔ تو اُس کے دل پر بالکل خوف اور گھبراہٹ نہ تھا۔ پس جب وہ عالم برزخ میں ہوش میں آیا۔ تو اُس فرشتے کو برابر اپنے پاس موجود دیکھ کر اُس کو بہت تسلی ہوئی۔ اور اس نئے عالم کی حیات کے بارے میں اُس کی ہدایت لینے پر تیار ہو گیا +

کچھ عرصے بعد وہی دستگیر کسی اُسی قسم کے کام میں مشغول ہوا۔ اور اُس کا ذکر بعد میں اُنہوں نے خود اس طرح کیا +

تمہیں یاد ہوگا۔ کہ نومبر گذشتہ کے اخیر پر طوفان سے جب وہ جہاز غرق ہوا میں جہاز کے کمرے میں پہنچا۔ جہاں قریب بارہ عورتوں کے بند تھیں اور دیکھا کہ وہ نہایت دردناک شور و غل مچا کر خوف کے مارے آہ و زاری کر رہی ہیں۔ جہاز ڈوبنے والا تھا کوئی امداد نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اور اس طرح کے خوف اور اضطرابی میں جان دینا عالم روحانی میں پہنچنے کے لئے بہت ہی بُرا ہے۔ چنانچہ اُن کی شانتی کے لئے میں نے اپنے آپ کو مجسم کیا۔ اور اُن بیچاریوں نے سمجھا۔ کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ وہ سب دوزانو ہو کر میرے پیروں میں آگریں اور التجا کرنے لگیں۔ کہ ہماری جان بچاؤ اور ایک بیچاری عورت نے اپنے بچے کو میری گود میں ڈال کر کہا۔ کہ کم از کم کسی طرح اس بچے کی تو جان بخشو۔ وہ فوراً خاموش ہو گئے اور جب ہم بات کر رہے تھے۔ تو سب شانتی سے سُنتی تھیں۔ اور وہ چھوٹا بچہ تھکا ہوا۔ سو گیا۔ فوراً ہی وہ سب امن سے سو گئیں۔ اور میں نے اُن کے دلوں کو بہشت کے خیالات سے پُر کر دیا چنانچہ جب جہاز غرق ہوا۔ وہ بالکل نہ جاگے۔ اور وہ سوتے ہی مر گئیں +

غالباً اس موقعہ پر بھی جن کو اس قسم کی مدد ملی اُن کو فقط ایسے امن امان سے مرنے کا فائدہ بلکہ ساتھ ہی اُس سے بڑھ کر یہ نعمت حاصل ہوئی۔ کہ عالم بقا میں

اُنہوں نے اپنے آپ کو ایسے ایک محب کی پناہ میں پایا۔ کہ جس کی طرف پہلے ہی سے اُن کی محبت ہو گئی تھی۔ اور جس پر اُن کا اعتقاد جم گیا تھا۔ اور جو اس عالم جدید کو جس میں کہ وہ سب پہنچے بخوبی جانتی تھیں اور نہ صرف اُن کو صحیح سلامتی ہی کی نسبت تسلی دے سکتی تھیں بلکہ اس عالم جدید میں زندگی بسر کرنے کے طریق بتلا سکتی تھیں۔ اب ہم اُس بڑے کام کا ذکر کریں گے کہ جو مرنے کے بعد دستگیران عالم غیب رہنمائی اور امداد سے کر سکتے ہیں ؎

باب دوازدہم

دستگیران کا کام مُردہ شخصوں کی روحوں میں

موت کے بعد کی کیفیت کی نسبت ممالک مغربی میں جو غلط خیالات لوگوں میں مشہور ہیں۔ اُس سے نتیجہ بہت خراب نکلتا ہے۔ عموماً انسان مرنے کے بعد تھوڑے عرصے میں بہت گھبراتا ہے۔ اور مذہبی تعلیم سے جو کچھ اُسے سکھلایا گیا ہو اُس کے خلاف حالات دیکھ کر بہت ڈرتا ہے۔ اور تشویش میں ہوتا ہے۔ جو حالت عموماً اُن لوگوں پر گذرتی ہے۔ اُس کی کیفیت حال میں ایک انگریز فوجی جنرل کی زبان سے معلوم ہوئی ہے۔ یہ جنرل موت سے تین روز بعد عالم برزخ میں دستگیران میں سے کہ جس کو وہ زندگی کی حالت میں جانتا تھا۔ ملا۔ اور اُسے دیکھ کر اُسے بہت خوشی ہوئی ہے ایک شخص بات کرنے والا

وہ بولا۔ اگر میں مرگیا ہوں تو میں کہاں ہوں۔ اگر یہی بہشت ہے تو تو کسی کام کا نہیں۔ اور اگر یہہ جہنم ہے۔ تو جو کچھہ میں نے سنا تھا۔ اُس سے بہت اچھا ہے*

افسوس کا مقام یہہ ہے۔ کہ زیادہ تر لوگ ایسی باتوں کو بنظر فلسفہ نہیں دیکھتے اُن کو یہہ تعلیم ملتی ہے۔ کہ ہر انسان کو سوائے چند شخصوں کے کہ جو نہایت ہی نیک ہونگے۔ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں ڈالا جائیگا۔ چنانچہ جب وہ اپنے آپ میں غور کرتے ہیں۔ اور یہہ دیکھتے ہیں۔ کہ ہم اُن میں سے نہیں ہو سکتے کہ جن کو بہشت نصیب ہوگا۔ اکثر وہ نہایت خوف زدہ ہوتے ہیں۔ اور ہر دم اُن کے دل میں یہی خوف لگا رہتا ہے۔ کہ موت کے بعد جس عالم میں وہ پہنچیگا وہ تھوڑے عرصے میں نیست و نابود ہو جائیگا۔ اور شیطان کے پنجوں میں جا پھنسیں گے۔ کہ جس کی ہستی کی نسبت اُن کو سخت یقین دلایا جاتا ہے۔ بہت سی صورتوں میں وہ ایک عرصہ دراز تک سخت اندیشہ اور بے قراری کی حالت میں گذارتے ہیں۔ اور بہت دیر کے بعد اُن کو دائمی سزا کا کفر کا مسئلہ جھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ اور جب تک وہ اچھی طرح نہیں سمجھہ لیتا۔ کہ خدا ظلم اور سختی اور بے انصافی کرنے والا حاکم نہیں ہے۔ بلکہ اُس کی تمام حکمت عین رحمت کے قانون سے کہ جس سے آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ انسان کی بہتری ہوتی جاتی ہے پر ہی۔ اور وہ بار بار انسان کو ترقی کا موقع دیتا ہے بشرطیکہ وہ اُن موقعوں کا فائدہ اُٹھائے۔ تب تک اُن کی بیقراری رفع نہیں ہوتی*

حق تو یوں ہے۔ کہ خصوصاً پروٹسٹنٹ عقائد کے عیسائیوں نے یہہ مسئلہ بہت ہی بڑھہ کر ہیبتناک بنایا ہے۔ البتہ رومن کیتھلک طریق والے جو ایک

مقام صفائی کا مانتے ہیں۔ اُس کی کیفیت قریب قریب عالم برزخ کی سی ہے۔ اور اِس فرقے کے لوگ جو اُن کے اصول پر پورا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس بات کو مانتے ہیں۔ کہ موت کے بعد جس حالت میں وہ پہلے پہنچتے ہیں۔ وہ صرف چند روزہ ہے۔ چنانچہ وہ نہایت اعلیٰ شوق روحانی سے اُس درجے سے جلد نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو کچھ تکلیف یا مصیبت اُن پر عاید ہوتی ہے۔ اُس کو اپنی صفائی کے لئے اور اعلیٰ درجوں میں پہنچنے کے لائق بننے کے لئے ضروری سمجھتے ہیں +

چنانچہ ظاہر ہے۔ کہ تھوڑے عرصے کے مرے ہوئے شخصوں میں دستگیراں کو بہت سا کام ہوتا ہے۔ کیونکہ اُن میں سے زیادہ تر شخصوں کو تسلی تشفی دینی پڑتی ہے۔ اور اُن کو ہدایت کرنی پڑتی ہے۔ عالم برزخ میں بھی اس عالم ظاہری کی طرح بہت شخص ایسے ہوتے ہیں۔ جو اپنے سے زیادہ عقل رکھتے ہیں۔ اُنکا کہنا پسند نہیں رکھتے۔ مگر اُس عالم کی نئی نئی عجیب حالتیں دیکھ کر بہت سے لوگ مجبوراً اُن کی رہنمائی اور نصیحت قبول کرتے ہیں۔ کہ جو بظاہر اُس عالم کے حالات سے بخوبی واقف معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان گروہ دستگیراں کی دلی کوشش اور ہمت کی بدولت اُس عالم میں بہت سے لوگوں کے قیام کا عرصہ بہت کم ہو جاتا ہے +

واضح رہے۔ کہ اُس شخص کے کرم اور اعمال میں تو کسی طرح کا دخل نہیں دیا جاتا۔ کیونکہ اُس نے اپنی حیات میں از خود اپنے اعمال کے بموجب اپنا جسم برزخی ہلکا یا بھاری بنایا ہے۔ اور جب تک وہ جسم منتشر نہ ہو جاوے۔ تو اُس کی روح

عالم بہشت میں نہیں پہنچ سکتی۔ مگر جو عرصہ اُس جسم کے منتشر ہونے میں لگنا چاہیے بے جا تکلفات سے اُس عرصہ کو بڑھانا مناسب نہیں۔

لہٰذا انسان کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ عالم برزخ کے قیام کا عرصہ موت کے بعد دو باتوں پر حصر رکھتا ہے۔ اول تو زندگی کی حالت میں اُس کے جس قسم کے اعمال ہوں۔ اور دوسرے بعد موت کے اُس کے دل کی حالت جس قسم کی ہو۔ دنیاوی زندگی کی حالت میں اپنے جسم برزخی کا مصالح کو متواتر درست یا خراب کرتا رہتا ہے۔ اُس کے جذبات خواہشات نفسانیت جن کو وہ اپنے اوپر غالب ہونے دیتا ہے۔ براہ راست جسم برزخی کے مصالحے پر مؤثر ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ نیک خیالات درجہ اعلیٰ سے اُس میں پہنچتے ہیں اُن کا بھی ایک طرح سے اُس مصالح پر اثر پڑتا ہے اور نیز دنیاوی کاروبار کے خیالات اور رسم حرج یا عیاشی صفائی یا ناپاکی طریق خورد و نوش وغیرہ درجے ادنیٰ یعنی جسم خاکی سے اُس پر مؤثر ہوتے ہیں۔

اگر متواتر کسی امر میں مخالف عمل کرتا جائے۔ تو وہ شخص اپنی بیوقوفی سے اپنا جسم برزخی ایسے موٹے اور ناپاک مصالح سے بنائیگا کہ اُس پر فقط درجات سفلی کی حرکات ہی موثر ہو سکینگی۔ اور موت کے بعد وہ اپنے آپ کو اُسی سفلی درجے میں گرفتار پائیگا۔ اور جب تک اُس کا موٹا اور کثیف جسم برزخی قائم رہے۔ اُس کو اُسی عالم میں مقید رہنا پڑیگا۔

بخلاف اس کے اگر پاک اور نیک طریقے کی زندگی پارسائی اور نیک خیالات سے بسر کریگا۔ تو اُس کا جسم برزخی لطیف اور صاف مصالح کا ہوگا اور چونکہ اُس میں

سے زیادہ تر حصہ لطیف ہوگا۔ مرنے کے بعد اُسکو تکلیف بہت کم ہوگی۔ اور اُس کی ترقی روحانی جلد اور سہولیت سے ہوگی۔

اِن باتوں کو تو عموماً لوگ جانتے ہیں۔ مگر موت کے بعد طبیعت کا رُخ جس طرح کا ہوتا ہے۔ اُس بارے میں عوام کو کچھ خیال نہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنی روحانی ترقی کے اس خاص درجے میں اپنی حالت کی کیفیت ذہن نشین کرے۔ اور جان لے کہ اِس حالت میں وہ اپنے تئیں عالم ظاہری سے کھینچ کر عالم باطن کی طرف یعنی عالم روح حقیقی کی طرف پہنچا رہا ہے۔ اِس لئے اُس کا فرض یہ ہے کہ اپنے خیال کو عالم ظاہری سے ہٹا لے۔ اور درجہ بدرجہ روحانی معاملوں کی طرف اپنا دل لگائے۔ کہ عالم بہشت میں یہی شغل ہوگا۔

ایسا کرنے سے اُس کے جسم برزخی کا انتشار بہت سہولیت سے ہوگا۔ اور وہ درجہ سفلی میں بے فائدہ زیادہ عرصہ تک قیام رکھنے کی عام غلطی سے بچ جائیگا۔

بہت سے مردہ شخص اپنے جسم برزخی کے انتشار میں اس طرح بہت بڑی دیر ڈالدیتے ہیں۔ کہ وہ تند خواہش سے دنیا میں اپنے آپ کو مبتلا رکھتے ہیں۔ وہ دنیا کے لذات میں اس قدر مستغرق ہوتے ہیں۔ کہ اپنے خیالات اور خواہشات اعلیٰ درجوں کی طرف ہرگز نہیں لگا سکتے۔ مگر جہانتک بس چلے۔ عالم ظاہری میں پھنسے رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جو دستگیراں اُن کو مدد دینے کی کوشش کرتے ہیں اُن کے لئے مہابت وقت کا باعث ہوتے ہیں۔ دنیاوی معاملات کے سوائے انہوں نے کسی اور طرف دل نہیں لگایا۔ اس لئے وہ موت کے بعد بھی اُسی کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔ اور چھوڑنا نہیں چاہتے۔ چنانچہ جیسا جیسا عرصہ گذرتا جاتا ہے

وہ معلوم کرتا ہے کہ دنیاوی چیزیں اُس کے ہاتھ سے نکلتی جاتی ہیں اور جوں جوں اُسکا
تعلق ڈھیلا ہوتا جاتا ہے۔ توں توں وہ اُن کو زور سے پکڑے رہنے کی کوشش
کرتا ہے یعنی بجائے اس کے کہ درجہ بدرجہ آزاد ہونے کے عمل کو مبارک سمجھے
تاکہ وہ روحانیت کی طرف بڑھے ایسے لوگ اُس فعل کے روکنے میں ازحد زور لگانے
ہیں مگر چاہئے کتنا ہی زور لگاویں۔ ترقی کا زبردست چکر آخر کار اُن کے لئے روکنا
مشکل ہوتا ہے۔ اور وہ مبارک بہاؤ کے زور سے خود ہی بہ نکلتے ہیں۔ بہتے بہتے
بھی وہ ہر قدم پر کش مکش کرتے جاتے ہیں اس میں صرف ان کو بہت سی بیفائدہ
تکلیف اور رنج اُٹھانا پڑتا ہے۔ بلکہ عالم برزخ میں بے اندازہ زیادہ عرصہ رہنا
پڑتا ہے۔ اور اُن کی ترقی میں توقف ہوتا ہے۔ دستگیران کا کام زیادہ تر یہ ہوتا
کہ جہالت سے موج الٰہی کا مقابلہ کرنا قانون قدرت سے خلاف ہے۔ اور باعث
مصیبت ہے۔ اس بات کو اُن کے ذہن نشین کریں۔ اور اُن کو سمجھائیں کہ اپنی
طبیعت کو اس قسم کے مقابلہ سے باز رکھیں *

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ مردہ روحیں کسی دنیاوی فکر میں مبتلا ہوکر
دنیا میں پھنسی رہتی ہیں۔ اور وہ فکر بعض اوقات ایسے فرائض کی بابت ہوتا
ہے۔ کہ جو انسان زندگی میں ادا نہیں کرسکتا۔ یا قرضے کی بابت ہوتا ہے۔ کہ جو
دیا نہیں گیا۔ مگر زیادہ تر بیوی بچّوں کا فکر ہوتا ہے۔ کہ اُن کی پرورش کس طرح
ہوگی ایسی صورتوں میں کئی دفعہ اس بات کی ضرورت پڑتی ہے۔ کہ اُس مردہ شخص
کے مطمئن ہوکر عالم بالا کی طرف رجوع ہونے سے پہلے دستگیران کو یہ کرنا پڑتا
ہے۔ کہ اس عالم میں گویا متوفی کے قائم مقام کی طرح کسی قدر ذمہ واریں اُٹھاکر

جن کاروبار کی نسبت متوفی کا خیال تھا۔ اُس کا انتظام کرنا پڑا ہے۔ حال کے تجربہ سے ایک تمثیل بیان کی جاتی ہے:۔

گروہ چیلوں میں سے ایک شخص کسی غریب شخص کی امداد کرنیکی کوشش کر رہا تھا جو مغربی شہروں میں سے کسی میں مرنے کے بعد اپنی توجہ دنیاوی معاملات سے اس فکر کی وجہ سے نہیں ہٹا سکا تھا۔ کہ میرے دو معصوم بچوں کی پرورش کس طرح ہوگی کہ جن کے لئے کوئی صورت گذارہ نہ تھی۔ وہ شخص محنت مزدوری سے گذارہ کرتا تھا اور بچوں کے لئے کچھ جمع نہ کرتا تھا۔ اور اُس کی بیوی دو برس پہلے مرگئی تھی۔ اور جس کے مکان میں وہ رہتے تھے۔ گو وہ بڑھیا بہت رحم دل تھی۔ اور جو کچھ اُس سے بن سکتا تھا۔ اُن کے لئے کرنے کو تیار تھی۔ مگر بیچاری وہ بھی بہت شکستہ حال تھی۔ اور غریب تھی۔ لاچار ہوکر اُس نے یہہ سوچا۔ کہ بچوں کو پادریوں کے سپرد کردے۔ اِس بات سے متوفی باپ کو بہت سخت رنج گذرا۔ مگر وہ اُس بڑھیا کو کچھ الزام نہیں دے سکتا تھا۔ کیونکہ اُس کو بھی اُس کے سوائے کوئی تدبیر نہیں سوجھتی تھی۔ ہمارے رفیق نے اُس سے پوچھا۔ کہ کیا تمہارا کوئی رشتہ دار ایسا نہیں کہ جس کے سپرد یہہ بچے کئے جاویں۔ اُس نے کہا میری دانست میں تو ایسا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ البتہ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے۔ جو غالباً ایسی مصیبت کے وقت کچھ نہ کچھ ضرور کرتا۔ مگر پندرہ سال سے وہ کہیں چلا گیا۔ اور یہہ بھی خبر نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا۔ پہلی دفعہ یہہ خبر آئی تھی کہ وہ شمال کی طرف کسی بڑھئی کے پاس کام کرتا ہے۔ اور کہتے تھے۔ کہ اُس وقت میں اچھا مضبوط جوان تھا۔ اور اگر زندہ رہے اپنا گذارہ کریگا۔

کچھہ تحقیق پتہ تو نہیں ملا تھا۔ مگر چونکہ بچوں کے لئے اور کوئی صورت مدد کی نظر نہ آتی تھی ہمارے رفیق نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ اسی پتہ کے بموجب اُسکو تلاش کرنے کی خاص کوشش کی جاوے۔ چنانچہ مردہ شخص کو ساتھہ لیکر جس شہر کا پتہ دیا تھا۔ اُس میں اُس کے بھائی کی تلاش کرنی شروع کی۔ مگر بہت وقت کے بعد اُس کا پتہ لگ گیا اب وہ خود مستری کا کام کرتا تھا۔ اور اُس کا کام اچھا چل رہا تھا۔ اُس کی شادی ہو چکی تھی۔ اور گو اولاد کی بہت خواہش تھی۔ مگر محروم تھا۔ اِس لئے بظاہر یہہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس ضرورت کے وقت وہ ضرور کام آیگا*

اب سوال یہہ پیدا ہوا۔ کہ یہہ خبر اُس کو کیونکر پہنچائی جائے۔ مگر خوش قسمتی سے اُس کا دماغ اس قدر تاثر پذیر تھا۔ کہ اُس کے بھائی کی موت کا وقوعہ اور اُس کے بچوں کی بیکسی کی حالت خواب میں اُسے خوب اچھی طرح دکھلائی گئی۔ اور متواتر تین دفعہ یہہ خواب دکھایا گیا۔ اور جگہ اور نیز اُس بڑھیا کا نام اُسے صاف طور پر بتلایا گیا۔ بار بار یہہ خواب دیکھہ کر اُس کے دل پر بہت اثر پڑا۔ اور اُس نے اُس کا ذکر اپنی بیوی سے کیا۔ اُس نے یہہ صلاح دی کہ اُس پتہ سے خط لکھو۔ اُس نے خط لکھنا مناسب نہ سمجھا۔ مگر خود مغربی مُلک کی طرف جانے کے لئے متوجہ ہوا۔ تاکہ خود جاکر پتہ لگائے۔ کہ ایسا کوئی مکان ہے یا نہیں۔ جیسا کہ اُس نے خواب میں دیکھا تھا۔ اور اگر ہو۔ تو کسی بہانے سے وہاں پہنچے۔ وہ کام کا آدمی تھا۔ اور آخر کار اُس نے یہہ فیصلہ کیا۔ کہ ایک دن کے کام کا حرج کیوں کریں کیا عجب کہ جو کچھہ دیکھا ہے۔ فضول خواب ہی نہ نکلے*

جب اس طرف کی کوشش بظاہر ناکام رہی۔ تو ایک اور طریقے کی آزمایش

کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ یہہ تھا۔ کہ دستگیران میں سے ایک شخص نے اُسے ایک خط لکھا جس میں اُس کے بھائی کے موت کا ذکر اور اُس کے بچّوں کی حالت بعینہ اُسی طرح لکھدی جیسا کہ اُس نے خواب میں دیکھا تھا۔ چنانچہ اس تحقیق تر کے پہنچتے ہی پھر اُس نے دیر نہ کی۔ دوسرے ہی دن شہر کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہ مہربان بڑھیا اُس سے بڑی خاطر سے پیش آئی۔ دستگیران کے لئے اس بڑھیا کا سمجھانا کچھہ دشوار نہ تھا۔ کیونکہ وہ بڑی نیک تھی۔ اور اُنہوں نے اُس کے دل میں یہہ ڈالا تھا۔ کہ جس طرح ہو سکے کچھہ دن تک بچّوں کو اپنے پاس اَور رکھے کہ شاید اُن کے لئے کوئی اچھی صورت نکل آوے۔ چنانچہ وہ بڑھیا اپنے دل میں کہنے لگی۔ کہ بڑا ہی اچھا ہوا۔ کہ میں نے بچّوں کو تھوڑے عرصے تک اپنے پاس رکھا۔ وہ بڑھئی بچّوں کو اپنے ساتھہ لے گیا اور گھر میں لیجا کر بڑی خوشی سے اُن کی پرورش کرنے لگا۔ اور اب اُس متوفی باپ کا فکر دور ہوا۔ اور وہ خوشی سے اس درجہ کو چھوڑ کر عالم اعلیٰ کو پہنچا +

بعض مصنّفان مضمون تھیوصوفی نے یہہ اپنا فرض سمجھا ہے۔ کہ لوگوں کو یہہ سمجھایا جاوے کہ سپرچوالسٹ یعنی عالم ارواح کے حلقے میں بیٹھنا بہت نقصان دہ ہے۔ مگر راست یہہ ہے کہ بعض اوقات اُس سے دستگیران کی طرح اچھا کام کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جو یا تو معمول کے ذریعے سے یا کسی اَور شخص موجودہ حلقہ کے ذریعے سے کیا جاتا ہے پس اگرچہ عاملان علم ارواح نے اکثر روحوں کو دیر تک آزاد ہونے سے روکا ہے۔ تاہم اُنہوں نے دوسروں کو بچاؤ کا راستہ دکھلایا ہے۔ جس سے اُن پر ترقی کا راستہ کھلا۔ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ مردہ بغیر کسی شخص کی امداد کے اپنے رشتہ داران یا دوستوں پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی خواہشات اُن سے ظاہر کرتا ہے۔ مگر ایسے واقعات

شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ عموماً بہت ساری روحیں جو زمین کے ساتھ بندھی ہوئی ہوتی ہیں یعنی جو پریت لوک میں ہوتے ہیں۔ اور جو اس قسم کے فکروں میں مبتلا ہوتے ہیں اُن کی خواہشات یا تو معمول کے ذریعے سے یا ذی ہوش دستگیران کے ذریعے سے پوری ہوتی ہیں +

ایک اور صورت عالم برزخ میں نظر آتی ہے۔ وہ یہہ ہے کہ بعض مردہ شخص کو یہہ یقین ہی نہیں آتا۔ کہ ہم مر گئے ہیں۔ چونکہ بہت لوگ یہہ خیال کرتے ہونگے۔ کہ جب ہم کو ابتک ہوش ہے۔ تو اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ ہم نہیں مرے یہہ روح کے لافانی ہونے کا ایک عجیب و لچسپ ثبوت ہے۔ خواہ اُنہوں نے زندگی کی حالت میں اپنے آپ کو کچھہ ہی سمجھا ہو۔ اس مُلک میں جو لوگ مرتے ہیں اُن کی طبیعت کی حالت سے موت کے بعد ہر طرح سے یہہ پایا جاتا ہے۔ کہ وہ دل سے مادہ پرست ہیں یعنی روح کی ہستی کا دل سے یقین نہیں کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے اس دُنیا میں اپنے آپ کو صفائی کے ساتھہ مادہ پرست قرار دیا ہو۔ عالم برزخ میں اُنکو سمجھانا بلکہ آسان ہے۔ مگر جو اس دنیا میں بظاہر مادہ پرست کے نام سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ مگر دل میں روح کے قائل نہیں۔ اُن کو سمجھانا زیادہ دشوار ہوتا ہے +

حال کا ہی ذکر ہے۔ ایک شخص سائنس داں جس نے اپنے آپ کو باہوش پایا۔ مگر پہلے کبھی اس قسم کی حالت اُسے محسوس نہیں ہوئی تھی۔ اُس کے ذہن میں یہہ بیٹھہ گئی کہ میں اب بھی زندہ ہوں + اور صرف طول طویل بُرا خواب دیکھہ رہا ہوں۔ اتفاق سے گروہ دستگیران میں اُس کے ایک پُرانے دوست کا لڑکا شامل تھا۔ اور اُس نوجوان کے باپ نے اُسے کہہ دیا تھا۔ کہ اُس متوفی سائنس داں کی تلاش کرے۔ اور

اُس کو امداد دینے کی کچھ کوشش کرے۔ کچھ دقت کے بعد وہ نوجوان اُس سے ملا۔ اور اُس کو بلایا۔ اُس نے صاف مان لیا۔ کہ میں نہایت حیرانی اور بے قراری کی حالت میں ہوں مگر ناامیدی سے بدسلوراپنے آپ کو خواب میں ہی سمجھتا رہا کیونکہ جو کچھ اُسے نظر آتا تھا۔ اُس کی اور کوئی وجہ اُسے معلوم نہ ہوئی تھی حتیٰ کہ اُس نوجوان کو بھی خواب کی تصویر ہی سمجھتا تھا۔

آخر کار وہ یہاں تک بڑی مشکل سے مانا۔ کہ ایک قسم کی آزمائش کی تجویز کی اور اُس نوجوان سے کہا کہ اگر جیسا کہ تم کہتے ہو تم زندہ ہو اور میرے پُرانے دوست کے بیٹے ہو۔ تو اُس سے مجھ کو کوئی خبر ایسی لاکر دو۔ کہ جس سے ثابت ہو۔ کہ تم حقیقت میں ظاہرہ ہستی رکھتے ہو۔ اب اگرچہ معمولی صورتوں میں عالم اجسام میں کسی قسم کے ظہور کے ثبوت دینے کی مرشدان کے چیلوں کو سخت ممانعت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ایسی صورت میں ضرور قانون مقررہ سے استثنا ہوسکتا ہے۔ اور جبکہ یہہ معلوم ہوگیا۔ کہ مرشدان کی اجازت ہے۔ اُس نوجوان کے والد سے کسی خبر کے بھیجنے کی درخواست کی اور اُس نے فوراً ایک سلسلہ واقعات کا ایسا بیان کیا۔ کہ جو اُس نوجوان کی پیدائش سے پہلے کا تھا۔ اِس سے اُس مُردشخص کو اپنے نوجوان دوست کے اصلی وجود کا یقین ہوا۔ اور نیز اِس عالم کا بھی کہ جس میں وہ دونوں اس وقت کام کر رہے تھے۔ جونہی اُس کے دل میں یہہ بات قائم ہوگئی اُس کی علمی تعلیم فوراً نمودار ہوئی۔ اور اِس عالم جدید کے حالات دریافت کرنے کے لئے وہ نہایت مشتاق ہوگیا۔

جس خبر کو اُس نے ایسی جلدی سے بطور ثبوت مان لیا درحقیقت کچھ ثبوت نہ تھا کیونکہ جن واقعات کا اُس میں ذکر تھا۔ وہ سب اُس کے دل سے باآکاشی تحریروں

سے یعنی لوح محفوظ سے شخص جو اس برزخی رکھتا ہے۔ بڑھکر معلوم کرسکتا ہے مگر چونکہ وہ اس بات سے ناواقف تھا۔ اس لیے اُس کے دل پر پورا الیقین پیدا ہوگیا۔ اور اب اُس کا نوجوان دوست ہرات کو مخصوص فی کل تعلیم دیا کرتا ہے جس سے اُس کے آئندہ کی بہتری کی بہت امید ہے۔ کیونکہ اس التعلیم سے فقط اُس کے بہشت کی حالت ہی درست نہ ہوگی۔ کہ جو قریب ہے بلکہ اُس کے دُنیا پر دوبارہ جنم لینے پر بھی اُس کو بڑا فائدہ معلوم ہوگا ٭

پس دستگیراں کا بڑا ضروری کام جدید مردہ شخصوں کو تسلی دینے کا ہے۔ اور اُن کو بلا وجہ نامعقول خوفوں سے بچانے کا ہے۔ جس سے نہ صرف اُن کو سخت تکلیف پہنچتی ہے بلکہ اعلیٰ مقامات میں پہنچنے کے لیے بڑی بھاری رکاوٹ پڑتی ہے۔ اور وہ اُن کو اس لائق بناتے ہیں کہ اپنی آئندہ کی حالت وہ سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔ جو اشخاص زیادہ عرصے سے عالم برزخ میں قیام رکھتے ہیں۔ اُن کو بھی بہت مدد مل سکتی ہے۔ بشرطیکہ جو کچھ اُن کے مختلف منزل اور درجات کی کیفیت اور نصیحت جو وہ دیتے ہیں۔ اُنکو منظور ہو۔ مثلاً وہ اُن کو اُس نقصان سے متنبہ کرسکتے ہیں۔ کہ جو زندہ شخصوں کے ساتھ کسی معمول کے ذریعہ سے ملنے کی کوشش کرنے سے ہوتا ہے۔ یعنی اُن کی ترقی میں رکاوٹ پڑتی ہے۔ اور بعض اوقات مگر بہت شاذونادر کسی شخص کی روح گو سپر چوا سٹ حلقوں میں کھینچی جا چکی ہو اُس کو بھی اعلیٰ درجے کی زندگی کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ اس عالم میں لوگوں کو جو تعلیم دی جاتی ہے وہ کسی طرح رائیگاں نہیں جاتی کیونکہ اگرچہ اُن کی یادداشت براہ راست دوسرے جنم میں قائم نہیں رہتی ہے۔ مگر عالم باطن ور حقیقت ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ اور جس میں ایسا علم نہاں ہوتا ہے۔ وہ جب

اپنے نئے جنم میں پھر اُس بات کو سُنتا ہے تو فوراً اُس کو قبول کر لیتا ہے۔

باب سیزدہم

دیگر اقسام کے کام

مُردہ روحوں کے درمیان دستگیران عالم غیب جو کام کرتے ہیں۔ اُس کے ذکر کے بعد ایک بڑے بھاری کام کا مختصر ذکر اور بھی کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اُس کے بغیر دستگیران کے مختلف قسم کے کام کا بیان مکمل نہیں سمجھا جا سکتا۔ وہ کام زندہ شخصوں کو مدد دینے کا ہے۔ اور یہہ بڑا بھاری کام اشاروں سے کیا جاتا ہے یعنی جو کوئی قبول کرنے کے قابل ہو اُس کے دل میں نیک خیالات پہنچا کر یہہ کام کیا جاتا ہے۔ واضح رہے۔ کہ یہہ کام اس قدر آسان ہی۔ کہ جو لوگ اُس کو عملاً نہیں سمجھتے اُن کو اس کا یقین بھی نہیں آسکتا۔ طریقہ یہہ ہے۔ کہ دستگیران اگر چاہیں تو معمولی انسان کے دل کو بالکل اپنے قابو میں لا سکتے ہیں۔ اور اُن کے خیالات بجنسہ وہی ہوجاتے ہیں کہ جو کچھ دستگیران چاہتے ہیں۔ اور اُن کو ذرا بھی شبہ نہیں ہوتا کہ یہہ خیال کسی اور نے ہمارے دل میں ڈالا ہے مگر خواہ اس کا نتیجہ کتنا ہی اچھا ہو ایسے عمل کرنے کی بالکل اجازت نہیں ہی۔ فقط اتنا ہی کیا جا سکتا ہی۔ کہ کوئی نیک خیال سیکڑوں اور خیال کی طرح جو متواتر لوگوں کے دلوں میں سے گذر رہے ہیں انسان کے دل میں ڈالا جاوے۔ اور اُس کو اختیار رہے۔ کہ اُس خیال کو قبول کرے

یا نہ کرے ۔ اور اُس کے بموجب عمل کرے یا نہ کرے ۔ اگر ایسا نہ ہوتا ۔ تو ظاہر ہے کہ تمام نیک کام کا ثواب دستگیر کو ہی حاصل ہوتا کیونکہ فاعل صرف بطور اوزار کے ہوتا ۔ نہ کہ فاعل کے ۔ مگر یہہ واجب نہیں ہے +

اِس طرح کی امداد بہت مختلف طور پر دیجاتی ہے ۔ دکھیا کو تسلی دینا یا متلاشی کو راستی کی طرف لے جانا اس قسم کے کام معلوم ہوتے ہیں جب کوئی شخص سچے دل سے کسی مسئلہ حکمت یا روحانی کے حل کرنے میں بہت غلطاں پیچاں ہوتا ہے ۔ اکثر اُس کے دل میں اُس مسئلہ کا حل اس طور سے پہنچا دیا جاتا ہے ۔ کہ اُس کو معلوم ہی نہ ہو کہ کسی اور نے یہہ بات سجھادی ہے +

جب کوئی صدق دل سے کسی قسم کی دعا مانگتا ہو ۔ تو اُس کی مراد پوری کرنے کے لئے بھی چیلیوں سے کام لیا جاتا ہے ۔ گو یہہ بھی سچ ہے ۔ کوئی دلی روحانی خواہش کہ جو دعا سے ظاہر کی جاتی ہے ۔ وہ خود ہی ایک قوت ہے ۔ کہ جو آپ سے آپ کوئی نتیجہ پیدا کرتی ہے ۔ مگر یہہ بھی صحیح ہے ۔ کہ اس قسم کی روحانی کوشش سے دیوتاؤں کو یعنی پاک روحوں کو مدد پہنچانے کا موقع ملتا ہے ۔ اور وہ فوراً ہی اُس موقع کو کام میں لاتے ہیں ۔ اور بعض اوقات کسی دستگیر کے درمیان ہو کر اُن کی قوت کام میں لائی جاتی ہے ۔ جو کچھ اثر دعا سے پیدا ہوتا ہے ۔ اُس سے زیادہ اثر مراقبہ سے اُسکو حاصل ہو سکتا ہے ۔ کہ جو مراقبہ کر سکتا ہے +

ان عام طریقوں کے علاوہ خاص قسم کی امداد صرف چند شخص دے سکتے ہیں بار ہا جو چیلے اس کام کے لائق ہوں ۔ اُن کو اُس کام میں لگایا جاتا ہے ۔ کہ صحیح اور اچھے خیالات مصنفان شاعران مصوران اور راگیوں کے دلوں میں تائید باطنی کے

طور پر پہنچایا جاوے۔ مگر اس کام کے لائق ہر ایک دستگیر نہیں ہوتا۔

بعض اوقات یہہ بھی ممکن ہوتا ہے۔ کہ کسی شخص کو ترقی اخلاقی کے بارے میں کسی خاص قسم کے برتاؤ کے خطرات سے کہ جو اُس کے لیے مضر ہوتے ہیں بچایا جائے۔ کسی شخص یا جگہ سے تاثیرات بد دُور کی جاتی ہیں۔ یا جادوگران کے عملوں کا انسداد کیا جاوے۔ یہہ دستور نہیں ہے۔ کہ قدرت کے بڑے بڑے بھید سوائے طالبان علم باطن عام لوگوں پر ظاہر کیئے جاویں۔ لیکن بعض اوقات ایسا کرنا ممکن ہوتا ہے۔ کہ واعظ یعنی وعظ کہنے والوں اور تعلیم دینے والوں کے دلوں میں وسیع خیال کا سلسلہ قائم کیا جاوے یا کسی امر کا آزادانہ خیال پیدا کیا جاوے کہ جو اُسکو بذات خود حاصل نہ ہو۔

طالب علم باطن جوں جوں راہ عرفان میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ خود بخود وہ درجہ بدرجہ زیادہ شخصوں کو فیض پہنچانے کے قابل ہوتا جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ خاص خاص شخصوں کو مدد پہنچائے۔ وہ فرقوں کو اور قوموں کو مدد پہنچا سکتا ہے اور درجہ بدرجہ اعلیٰ اور زیادہ بڑے بڑے کام ہیں کہ جو رہبران کامل خود کرتے ہیں۔ اُن کو شریک کیا جاتا ہے۔ اور جب اُس کو قوت اور علم حاصل ہو جاتا ہے۔ تو آکاشی بڑی بڑی قوتوں کو یعنی عالم برزخ کی قوتوں کو کام میں لاتا ہے۔ اور اُس کو یہہ بھی ہدایت کیجاتی ہے۔ کہ دوران زمانہ میں جس وقت امداد کا موقع آوے۔ اُس وقت حتی الامکان اُس موقعہ سے کام لینا۔ اُس کو بڑے بڑے نرمان کایاں یعنی قطب ہائے سے واسطہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ پہلے اُن کا مسکین خادم بنتا ہے۔ تب اُس کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو قوتیں روح کو ترک عظیم سے حاصل ہوتی ہیں وہ کس طرح عطا کیجاتی ہیں۔ اسی طرح درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہوا آخر کار عارف اکمل درجہ حاصل کرتا ہے۔ اور پھر جو ذمہ واریاں

رہبران کامل کو ہوتی ہیں۔ اُن میں پوری طرح شریک ہو سکتا ہے۔ اور منزل معرفت کے مسافروں کو اپنے تجربہ سے رہنمائی کر سکتا ہے۔

عالم بہشت میں یعنی سورگ لوک میں دستگیران کا کام کچھ اور ہی طور کا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عالم میں ہدایت کا دینا اور لینا براہ راست اور جلد اور مکمل طریقے سے ہوتا ہے۔ اور قوتیں جو کام میں لائی جاتی ہیں۔ وہ زیادہ قوی ہوتی ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ مقاموں سے پہنچائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان باتوں کا مفصل ذکر کرنا ابھی فضول ہے کیونکہ ہم میں ایسے شخص بہت تھوڑے ہیں۔ کہ جو زندگی کی حالت میں اُس عالم میں پہنچ سکتے ہوں۔ فقط اتنا ہی کہنا کافی ہو کہ اس عالم میں اور نیز اعلیٰ ترین عالم میں دستگیران کے لئے ہمیشہ بہت کام ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اپنے آپ کو کام کرنے کے قابل بنا دیں۔ اور بیشمار رنگوں تک ہم کو خود غرضی سے پاک بنی آدم کی خدمات کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔

باب چہاردہم

طالب کے اوصاف ضروری

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس بڑے کام میں شریک ہونے کے قابل ہم کس طرح بن سکتے ہیں۔ جو کہ دستگیر بننا چاہتا ہے۔ اُس میں جو جو اوصاف ہونے چاہئیں۔ عموماً سبھی کو معلوم ہیں۔ اوصاف ضروری کا معلوم کرنا مشکل

نہیں۔ مگر اپنے آپ میں اُن کا پیدا کرنا ہی مشکل ہے۔ کسی قدر تو اُن اوصاف کا ذکر پچھلے بیان میں بھی مختلف موقعوں پر آچکا ہے۔ مگر تاہم اُن ہی کو سلسلہ وار اور ایک جا مفصل بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اوّل۔ دل کا ایک طرف لگانا۔ اوّل ہی اوّل ضروری بات یہہ ہے۔ کہ جس بڑے کام میں رہبر کامل نے ہمیں لگانا ہے۔ اپنے دل میں بخوبی سمجھ لیں کہ وہ کیا ہے۔ اور پختہ طور پر تصفیہ کر لیں کہ ہماری زندگی کا مدعا وہی ہے۔ پھر ہم کو یہہ تمیز سیکھنی چاہئے۔ کہ کونسا کام مفید اور کونسا کام بے فائدہ ہے پھر بہت سے مفید کاموں میں کونسا زیادہ مفید ہے یہہ معلوم کرنا ہے۔ تاکہ اُن میں سے سب سے زیادہ مفید کام جس کو کہ ہم کر سکتے ہیں اپنے آپ کو اُس میں مشغول کریں۔ بجائے اس کے کہ اپنا وقت ایسے کام میں ضائع کریں۔ کہ جو ایسے شخصوں کے لئے خواہ کتنا ہی اچھا ہو کہ جن سے اور کچھ نہیں بن سکتا۔ مگر علم اور لیاقت کام کرنے کی کہ جو ہم کو بلحاظ تھیوسوفسٹ ہونے کے ہونی چاہئے۔ لائق نہیں ہے۔ جو کوئی شخص عالم اعلیٰ میں کام دینے کے قابل بننا چاہتا ہے۔ اُس کا پہلا کام یہہ ہے کہ اس عالم میں تھیوسوفی کے کام میں جہاں تک ممکن ہو۔ کوئی اصلی کام کرے۔ میری ہرگز یہہ مراد نہیں۔ کہ کوئی اپنے معمولی فرائض دنیاوی سے غافل ہو۔ البتہ نئے دنیاوی کاموں میں نہ پھنسنا بہتر ہے۔ مگر جو ذمہ واریاں پچھلے کرموں سے ہمارے اوپر عائد ہوئی ہیں۔ اُن سے بھاگنے کا ہم کو کوئی حق نہیں ہے۔ جب تک ہم نے وہ فرائض پوری طرح ادا نہ کر لئے ہوں کہ جو اپنے اعمال کے بموجب ہمارے ذمہ ہیں۔ ہم اعلیٰ درجوں میں کام کرنے کے لئے آزادی نہیں پا سکتے تاہم بھی اعلیٰ کام ہماری زندگی کا مدعا اصلی ہونا چاہئے۔ اور ہر زندگی میں یہی مراد ہونی چاہئے۔ کہ ہماری جان مرشد ان

ترحم کی خدمت میں نثار ہو۔

دویم۔ کمال ضبط قبل اس کے حیات برزخی کی وسیع قوتیں بلاخوف وخطر ہم کو عطا کیجاویں ہم کو لازم ہے کہ پورے طور سے اپنی طبیعت پر ضبط حاصل کریں یعنے اُسپر پورا قابو رکھیں تا کہ جو کچھ ہم کو دکھائی یا سُنائی دے اُس سے ہماری طبیعت پر کسی قسم کی بے قراری یا اشتعالک پیدا ہونے نہ پاوے کیونکہ اس عالم کی نسبت اُس عالم میں اشتعالک طبع کا نتیجہ زیادہ سنگین ہوتا ہے تصور کی قوت بڑی بھاری قوت ہے مگر اس عالم میں بوجہ سفالت اجزار دماغ مادی کے کہ جن کو اُسے متحرک کرنا پڑتا ہے بہت کمزور ہو جاتی ہے عالم برزخ میں وہ قوت زیادہ آزاد اور زبردست ہوتی ہے اس لئے جس شخص کی قوتیں اُس عالم کی پوری پوری جاگ گئی ہوں ایسے شخص کا کسی شخص پر خفا ہونا بہت سخت نتیجہ پیدا کرتا ہے اور عجب نہیں کہ وہ مضرت اُسکی ہلاکت کا باعث ہو

صرف اپنی طبیعت کو قابو میں رکھنا ہی لازمی نہیں ہے بلکہ دل اسقدر مضبوط ہونا چاہئے کہ کوئی خوفناک نظارہ یا واقعہ جو ہم کو نظر پڑے کسی طرح ہمارا حوصلہ نہ گرا سکے۔ یاد رہے کہ جو چیلہ کسی شخص کو عالم برزخ میں باہوش کرتا ہے وہ اُسکے افعال اور اُسکے صحیح سلامت رہنے کی کسی قدر ذمہ واری اپنے اوپر اُٹھاتا ہے کیونکہ اگر طالب یعنے چیلہ میں ذاتی ہمت اور حوصلہ نہ ہو تو اُس رہبر کا بہت سا وقت چیلہ کے گرد رہنے میں اور اُسکی حفاظت کرنے میں ضائع ہوتا ہے جس کی امید کرنا نامناسب ہے اس حوصلہ کی آزمائش کے لئے اور اُنکو کام کرنیکے قابل بنانے کے لئے طالبان کو ہمیشہ آزمایش عناصر یعنے زمین۔ پانی۔ ہوا۔ اور آگ میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ یعنے اُن کو یہہ سیکھنا پڑتا ہے کہ جسم برزخی میں اُس کو ان عناصر سے ہرگز کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ یعنے یہہ عناصر اُنکے کسی کام میں حائل نہیں ہوسکتے اور یہہ امر اسقدر تحقیق ہو کر ذہن نشین ہو جانا چاہئے کہ اُسمیں ذرا بھی شبہ دل میں نہ رہے اور یہہ بات پورے عملی تجربہ کی حاصل نہیں ہوسکتی

اس جسم فانی میں ہم کو پورا یقین ہی کہ آگ ہم کو جلا دیگی اور پانی ہم کو ڈبا دیگا اور ٹھوس پتھر ہمارے گذر کے لئے حائل ہوگا اور یہہ کہ بغیر سہارے کے ہم ہوا میں نہیں ٹھہر سکتے یہہ یقین ہمارے دلوں پر ایسا مضبوط جما ہوا ہوتا ہی کہ اس یقین کو دلپر سے ہٹانا بہت دشوار ہوتا ہی اور یہہ یقین کرنا بھی ویسا ہی دشوار ہوتا ہی کہ جسم برزخی کے لئے ٹھوس سے ٹھوس پتھر بھی باعث رکاوٹ گذر نہیں ہو سکتا اور یہہ کہ بلند سے بلند چوٹی پر سے وہ بے خوف و خطر کود سکتا ہے اور پوری اطمینان کے ساتھہ بھڑکتے ہوئے آتش خیز پہاڑوں کے شعلوں میں داخل ہو سکتا ہی یا گہرے سے گہرے سمندر میں غوطہ مار سکتا ہی +

تاہم جب تک انسان کو ان باتوں کا عین الیقین ہو جاوے اور پوری اطمینان سے عمل نہ کر سکے تب تک وہ عالم برزخ میں کام کرنیکے قابل نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ایسا نہو تو ہر قدم بوقت ضرورت کے قیاسی نا قابلیت اُس کو کام کرنے سے روکتی رہیگی + اِسلئے اُسکو بہت سی آزمائشیں اور کئی کئی عجیب تجربات بھگتنے پڑتے ہیں اور بڑی ہمت اور ثابت قدمی سے ہیبتناک نظاروں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہی اور کبھی نہایت متنفر چیزوں کا نظارہ پیش آتا ہی - مدعا یہہ ہوتا ہی کہ خواہ کیسی ہی صورت کیوں نہ پیش آجاوے اُسکی دلیری اور ثابت قدمی میں لغزش نہ آوے اور اُسپر ہر طرح سے اطمینان اور بھروسہ ہو سکے ۰

علاوہ بریں ضمیر اور خواہشات پر پورا پورا قابو حاصل کرنا ضروری ہی ضمیر کو قابو میں لانا اسلئے ضروری ہی کہ بغیر قوت یکسو کرنے خیال کے عالم برزخ کی منتشر کرنیوالی لہروں میں کام کرنا ممکن ہی اور خواہشات پر قابو پانا اسلئے ضروری ہی کہ اُس عالم عجیب و غریب میں خواہش کرنے سے مراد گویا اُس شئے کا در حقیقت حاصل کر لینا ہی اور اگر خواہشات پہ ہمارا پورا ضبط نہو تو عجب نہیں کہ ہمارے خود پیدا کردہ اشیا اس قسم کے بھاری رو برو نمودار ہوں کہ جن سے ہم کو خود ہی ہدایت ہو لیدا ازاں ہم کو اپنی من اور خواہشات من پر

پر ضبط حاصل کرنا پڑتا ہے۔ من پر تو اس لیئے کہ بغیر جانے تصور کے عالم برزخ کے مختلف قسم کے توجہ منتشر کرنے والے پھروں میں ٹھیک کام کرنا بہت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ اور خواہشات پر اِس لیئے غلبہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ کہ اُس عالم عجیب و غریب میں اکثر خواہش ہوتے ہی وہ پوری ہو جاتی ہے اور اگر ہم نے خواہشات کو ضبط نہ کیا ہو۔ تو ہماری ہی پیدا کی ہوئی چیزیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ اور ہم جلدی دل میں پشیمان ہوتے ہیں*

سوئم۔ **شانتی**۔ یہہ ایک اور ضروری بات ہے۔ کہ کسی قسم کی اضطرابی یا پژمردگی دل پر نہ آنے پاوے۔ چونکہ زیادہ تر کام گھبرائے ہوئے کو تسلی دینا ہے۔ اور غمگین کو خوش کرنے کا ہے تو جب دستگیر جس نے وہ کام کرنا ہے۔ وہ خود ہی مضطرب اور پریشان ہو۔ اور اُس کے تو ہیں متواتر بے قراری اور اضطرابی کی لہروں کا طوفان اُٹھ رہا ہو۔ یا متواتر پژمردگی سے جو ہیبت ناک تاریکی اُس پر چھائی ہوئی ہو۔ تو وہ امداد کیا دیسکتا ہے۔ ترقی روحانی کے لیئے یا کام کرنے کے قابل بننے کے لیئے کوئی شئے ایسی سخت مضرت بخش نہیں ہے۔ جیسی کہ اُنیسویں صدی کے لوگوں کی عادت جبلّی کہ جو متواتر چھوٹی چھوٹی باتوں پر دق ہونے اور شکوہ کرنے کی ہے۔ اور ہر وقت تل کو پہاڑ بنانے کی ہے۔ ہم میں سے بہت لوگ نہایت خفیف باتوں کو بڑھا کر اُسکے مبالغہ میں اپنی زندگی صرف کرتے ہیں۔ اور بڑی سنجیدگی سے اُن کاموں میں لگ کر بالکل نکمّی باتوں سے اپنے آپ کو کشمکش میں ڈالتے ہیں*

کم از کم تھیوصوفسٹ کو چاہیئے۔ کہ نامعقول اضطرابی اور بلا وجہ پژمردگی سے اپنے آپ کو بیزار رکھے۔ جب کہ ہم نظام عالم کا علم حقیقی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں

ہم کو اتنا سمجھ لینا چاہیئے تھا۔ کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہی موج الٰہی ہے۔ اس لئے وہی ٹھیک ہے۔ کیونکہ کسی شخص میں جو کچھ نیک اور اچھا ہے۔ اُسی کو قیام ہو سکتا ہے۔ اور جو کچھ بُرا ہے۔ وہ بالخاصیت عارضی ہے۔ جیسا کہ براؤننگ نے کہا ہے۔ کہ بُرائی نیستی ہے اور کچھ نہیں ہے۔ وہ ایسی خاموشی ہے۔ کہ جس سے آواز مفہوم ہوتی ہے۔ اور اُس سے اوپر اور اُس سے باہر ہر شئے کا عین مقدار ہستی کا عین مرکز ہستی عمل ہے۔ اس لئے جو جانتے ہیں۔ وہ ہمیشہ شانتی کو قائم رکھتے ہیں۔ اور اُن کی کمال ہمدردی میں وہ فرحت یعنی آنند اور شانتی شامل ہے۔ کہ جو اس امر کے حق الیقین سے پیدا ہوتی ہے آخری نتیجہ ہر شئے کا اچھا ہوگا۔ اس لئے جو امداد کرنا سیکھنا چاہتے ہیں۔ اُن کو چاہیئے کہ اُن ہی کی پیروی کریں +

چہارم۔ گیان یعنی علم۔ کام کے لائق بننے کے لئے انسان کو چاہیئے۔ کہ جس عالم میں کام کرنا ہے۔ اُس کی خاصیت سے کچھ نہ کچھ واقفیت حاصل کرے۔ جوں جوں اُس کی واقفیت بڑھتی جائیگی۔ اُسی قدر وہ زیادہ کام کا ہوتا جائیگا اُسکو چاہیئے کہ اس مضمون میں کتب تھیوسوفی میں جو کچھ لکھا گیا ہے اُسکو بغور مطالعہ کرے۔ تاکہ وہ اپنے تئیں کام کے لائق بناوے۔ کیونکہ یہ امید نہیں کی جا سکتی۔ کہ جن کو اور کاموں سے فرصت نہیں۔ وہ اپنا وقت ہم کو اُن باتوں کے سمجھانے میں صرف کریں کہ جو ہم اس عالم میں قدرے تکلیف اُٹھا کر کتابوں کے پڑھنے سے حاصل کر سکتے ہیں جو کوئی شخص اپنی لیاقت کے موافق پورے شوق سے متلاشی نہیں ہے۔ وہ عالم برزخ میں کام کرنے کے قابل بننے کی امید نہ کریں

پنجم محبت۔ یہ ہی آخری اور سب سے بڑا وصف ہے۔ اور اسی کو لوگوں نے

غلط سمجھا ہے۔ درحقیقت محبت وہ معمولی بے بنیاد دلی جوش نہیں ہے کہ جو اکثر بغیر کسی مقررہ مقصد کے اِدھر اُدھر جوش مارتا ہے۔ مگر حق پر قائم رہنے سے اس لئے ڈرتا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ لوگ اُس کو بے مروتی کہیں۔ محبت اصلی وہ ہے۔ کہ جس کا فخر ظاہر نہ ہو۔ بلکہ عمل سے ظاہر ہو۔ نہ کہ اُس کا ذکر زبان سے کیا جاوے۔ محبت سے اصلی مراد خدمت کرنے کی تند خواہش ہے۔ اور وہ ایسی شئے ہے۔ کہ ہر وقت خدمت کرنے کا موقع تلاش کرتی رہتی ہے۔ تاہم یہہ چاہتی ہے۔ کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ کہ وہ خدمت کس نے کی۔ پھر وہ جوش ہے جو ایسے شخصوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے کہ جنہوں نے ایشور کے کار عظیم کو پہچانا ہے۔ اور جان لیا ہے کہ ہمارے لئے ہر سہ عالم میں سوائے اسکے اور کوئی کام نہیں ہے کہ اپنے آپکو حتی الامکان ایشور کے بے انتہا دریائے محبت کے بہاؤ کے لئے ایک نالی بنائیں۔ خواہ وہ نالی کسی قدر چھوٹی اور حقیر ہو +

اِن خاصیتوں کے پیدا کرنے میں دستگیر کو ہمیشہ لگے رہنا چاہئے۔ اور جبتک یہہ خواص اچھی طرح حاصل نہ ہو جائیں تب تک رہبران کامل اُس کو پوری طرح عالم باطن میں ہوش میں لانے کے قابل نہیں سمجھ سکتے +

گو یہہ نہایت اعلیٰ درجہ کا خیال ہے۔ تاہم کسی کو ہراسان ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ کوئی یہہ خیال کرے۔ کہ جب میں ان خاصیتوں میں سے کوئی بھی نہیں رکھتا ہوں۔ اور فقط اُن کے حاصل کرنے میں جد و جہد کر رہا ہوں۔ تو میں عالم برزخ میں کسی کام کا ہو سکتا ہوں کیونکہ پوری آگاہی کے خطرات اور ذمہ واریوں سے مبراہت سے ایسے کام ہیں کہ جو بغیر خطرے کے کئے جاسکتے ہیں۔ اور مفید ہیں +

ہم ہیں کون ایسا ہوگا۔ کہ جو ایک بھی رحم دلی اور نیک بختی کا کام ہر رات کو جب اپنے جسم خاکی سے باہر ہو نہ کر سکے +

جس وقت ہم نیند میں سوتے ہیں۔ اسوقت ہماری حالت خیال میں متغرق ہونے کی ہوتی ہے باد رہے۔ کہ جس خیال میں ہم دن کو زیادہ تر لگے رہتے ہیں اکثر وہی خیالات خواب کے وقت قائم رہتے ہیں۔ خصوصاً آخری خیال جو کہ عین نیند آنے سے پہلے ہوتا ہے۔ زیادہ تر قائم رہتا ہے۔ اِس لئے اگر ہم اپنے آخری خیال کو مضبوط ارادہ پر قائم کریں۔ کہ عالم خواب میں کسی کو جاکر مدد پہنچائیں تو روح جسم سے نکل کر ضرور اُس ارادے کو پورا کرتی ہے اور دوسرے کو مدد پہنچتی ہے۔ بہت سی تمثیلیں ایسی موجود ہیں۔ کہ جس سے پایا جاتا ہے کہ جب کبھی کسی نے اس طرح مدد پہنچانے کا قصد کیا ہو۔ تو وہ شخص جس کی نسبت خیال کیا گیا اُس دستگیر کے قصد سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور نیز اُس کے جسم برزخی کو وہ عمل کرتے دیکھتا ہے کہ جو ہدائتیں اُس پر حاوی گئی ہوں +

کسی شخص کو اِس خیال سے رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے۔ کہ اس کار عظیم میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اس قسم کا خیال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جو کوئی خیال کر سکتا ہے۔ امداد دے سکتا ہے اور ایسا مفید کام صرف نیند کی حالت میں ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر تم کسی کو جانتے ہو۔ کہ جو کسی رنج یا تکلیف میں مبتلا ہے۔ تو اگرچہ تم پوری ہوش کی حالت میں اپنے جسم برزخی میں اُس کے بستر کے پاس نہیں پہنچ سکتے۔ تاہم تم اُس کو محبت کے خیالات اور دلی دُعا پہنچا سکتے ہو۔ اور یقین سمجھو کہ اس قسم کے خیالات اور آرزو حقیقت اصلی رکھتے ہیں اور زندہ اور اس قدر مضبوط ہیں۔ کہ جب تم اُن کو

کو پہنچتے ہو۔ تو جس مقدار کی قوت ارادی سے اُنکو پہنچاتے ہو۔ درحقیقت وہ اُسی قوت سے وہاں پہنچکر کام دیتی ہیں۔ خیال اصل میں ایک مجسم شے ہے۔ اور وہ اس قدر مجسم وجود رکھتا ہے کہ جن کی نظر باطن کھل گئی ہو۔ اور وہ اُس کو دیکھ سکتے ہیں اور خیال ایک ایسی شے ہے۔ کہ جس کے ذریعے سے غریب بھی دنیا کے نیک کاموں میں اُسی طرح شریک ہو سکتا ہے۔ کہ جس طرح امیر سے امیر خواہ ہم پوری آگاہی کے ساتھ عالم برزخ میں کام کر سکتے ہوں یا نہیں۔ ہم اُسی طرح گروہ دستگیران عالم غیب میں شامل ہو سکتے ہیں اور ہم کو چاہیئے کہ شامل ہوں +

مگر طالب صادق جو کہ اُس گروہ دستگیران عالم غیب میں شامل ہونیکا مصمم ارادہ کرتا ہے۔ کہ جو رہبران کامل کی ہدایت کے بموجب کام کر رہا ہے۔ اُسکو چاہیئے کہ بُرد باری و وسیع ترقی کے منزل کی تیاری شروع کرے بجائے اس کے کہ اپنے تئیں صرف اس خاص قسم کی خدمت کے لئے تیار کرے۔ اُسکو چاہیئے کہ نہایت اعلٰے درجے کی ثابت قدمی کے ساتھ اپنے تئیں اس قسم کی تعلیم اور مشق یعنی ابھیاس میں لگا دے کہ جس سے وہ اُن رہبران کی پیروی کرنے کے قابل ہو۔ اور روح کی جملہ قوتوں کو جیسا کہ اُنہوں نے حاصل کیا ہے۔ تینوں عالم میں مدد دینے کے لئے کام میں لا سکے بلکہ آتما کے اعلیٰ ترین مقاموں میں بھی کام کر سکے۔ نہ صرف عالم برزخ میں +

رہبران قدیم نے ترقی روحانی کا راستہ قدیم سے اُس کے لئے قائم کر رکھا ہے۔ جس کیسی نہ کسی وقت ہر بشر کو گذر کرنا پڑیگا۔ خواہ اس وقت اپنی مرضی سے اُس کو اختیار کریں۔ یا انتظار کریں۔ کہ جب تک ہزار ہا جنم اور بے انتہا تکلیفیں اُٹھانے کے بعد آہستہ آہستہ ترقی کا قدرتی چکر اُسکو اُسی راستہ پر لا ڈالے دانا تو وہ شخص ہے کہ جو

فوراً ہی بڑے شوق سے اُس راستے میں داخل ہوتا ہے۔ تاکہ بے خوف ہوکر ہمیشہ کے لئے تمام شبہات اور خوف اور رنج سے خود پاک ہوکر دوسروں کو صحیح سلامتی و آنند کی حالت میں پہنچانے کے لئے مدد کریں اور راہِ معرفت کی مختلف منزلوں کا ذکر باب آئندہ میں کیا جاویگا +

باب پانزدہم

سادھن اوستھا

کُتب ممالک مشرقی میں درج ہے۔ کہ چار طرح سے انسان راہ معرفت میں داخل ہوسکتا ہے

اوّل۔ ست سنگ یعنی ایسوں کی صحبت سے۔ کہ جو سالک ہیں یعنی منزل معرفت میں داخل ہو چکے ہیں +

دوئم۔ گیت وویا۔ یعنی علم باطن کی مقررہ ہدایتوں کے پڑھنے یا سُننے سے +

سوئم۔ وچار یعنی معقول فکر سے خود ہی کسی قدر حقیقت دریافت کرلینے سے +

چہارم۔ ست کرم یعنی نیک کام کرنے سے جس سے مراد یہہ ہے۔ کہ کئی جنموں میں سیدھے راستے پر چلنے سے اگر یہہ ضروری نہیں کہ اُس سے عقلی ترقی بھی ہو۔ نیک اعمال سے یعنی طریق پارسائی سے آخرکار انسان میں اس قدر تائید باطنی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جس سے اُس کو معلوم ہو جائے۔ کہ راہ معرفت اختیار کرنا ضروری ہے۔ اور نیز یہہ کہ کیا کرنا چاہئے جب ان میں سے کسی طریقے سے وہ اس منزل پر پہنچتا ہے تو اُسکے لئے کُل کاراستہ

کھلا ہوا ہوتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اُسے قبول کرے۔ طالبان علم باطن کی ہدایت کے لئے اِس بات کے کہنے کی تو ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ کہ اس زمانے میں جو درجہ عام طور پہ ترقی روحانی کا لوگوں کو حاصل ہے۔ اُس میں سوائے منزل معرفت کے نہایت ادنیٰ منزلوں کے کل علم یا قریباً کُل علم کے حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور جو اعلیٰ ترین منزلیں ہیں۔ اُن کے تو ناموں کے سوائے اور کچھ ہم نہیں جانتے۔ گو بعض اوقات ناقابل بیان تجلی کا چمکارہ اوپر کے درجوں سے اُنکے اوپر کبھی کبھی پڑ جاتا ہے +

گپت ودیا کی تعلیم کے بموجب ان منزلوں کی تین بڑی بڑی تقریقیں ہیں +

اوّل - پرکھشا یعنی آزمایش کا زمانہ۔ یعنی وہ زمانہ کہ جس میں چیلے سے نہ تو کوئی قطعی حلف لیا جاتا ہے۔ نہ کوئی خاص قسم کی دکیشا یعنی تلقین کی جاتی ہے۔ اس درجے میں انسان اُس موقع تک صحیح سلامتی سے گذر جاتا ہے۔ کہ جس کو اصطلاح تھیوصوفی میں دوران پنجم کا نازک موقعہ کہا جاتا ہے +

دوم - وہ زمانہ جبکہ حلف لیکر چیلہ سادھن شروع کرتا ہے جو اصلی راستہ معرفت کا ہے۔ اس راستہ کی چار منزلوں کو کتب قدیمہ میں چار پاک راستے یا پرمارتھ کے چار طریق کہتے ہیں۔ اس کے اختتام پر طالب یعنی چیلے کو سدھ یعنی کامل کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی وہ درجہ کہ جو بنی آدم کو عموماً دوران ہفتم کے اختتام پر حاصل ہوگا +

سوئم - وہ درجہ کہ جس میں عارف کامل کو انتظام عالم کی خاص خدمات سپرد ہوتی ہیں۔ ہر عارف کامل کو اور نیز ہر طالب منظور شدہ کو جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ انسان کی ترقی روحانی میں مدد دینے کے کار عظیم میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ مگر جو

اعلیٰ ترین درجوں کے ہیں۔ اُن کے خاص قسموں کے کام سپرد ہوتے ہیں۔ اور اس عالم کی بادشاہت کے انتظام کی طرح گویا وہ عالم کے بادشاہ کے وزیر ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں اُس درجہ کی تفصیل بیان کرنے کا قصد نہیں کیا گیا۔ اور نہ کبھی یہہ راز عام لوگوں پر ظاہر کیا جاتا ہے اور یہہ معاملہ اس قدر دقیق ہے کہ تحریر سے اُس کا کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اس لئے صرف دو ابتدائی تفریق کا ذکر کیا جاتا ہے +

آزمائشی درجہ کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے یہہ کہہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ممالک مشرق کی مقدس کتابوں میں اس درجہ کو فقط ابتدائی درجہ مانا گیا ہے۔ اور منزل کا کوئی جزو نہیں مانا جاتا۔ کیونکہ اُن کے نزدیک یوگ مارگ میں داخل ہونا فقط اُس وقت مانا جاتا ہے۔ کہ جب سے معینہ حلف دیا جاتا ہے۔ چونکہ منزلوں کی تعداد بعض اوقات اس موقعے سے شروع کی جاتی ہے۔ اور اکثر دوسری بڑی تفریق کے ابتدا سے۔ اِس لئے اس امر کے سمجھنے میں کچھ وقت پیدا ہوتی ہے بعض اوقات تو منزلوں کو بھی درجہ مانا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات جس دیکشا یعنی ہدایت سے اُن درجوں میں داخل ہوتے ہیں۔ یا اُن کو طے کرتے ہیں اُن کو بھی منزل سمجھا جاتا ہے۔ اِس لئے طالب کو اُن موقعوں کو اس طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو +

یہہ آزمائشی زمانہ دیگر درجوں سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ اس کے مختلف درجوں کی تفصیل اس قدر صاف طور سے نہیں کی گئی ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ منزلوں کے درجے صاف طور پر قائم کئے گئے ہیں اور فرائض بھی اس قدر صاف صاف اور سخت نہیں ہیں۔ اس امر کے سمجھنے کے لئے اس منزل کے پانچ مختلف درجے اور

ہرایک درجے کے اوصاف علیحدہ علیحدہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے چار مسٹر موہنی موہن چیٹرجی صاحب نے لنڈن لاج کے رسالے اول میں بڑی لیاقت کے ساتھ مفصل طور پر بیان کئے ہیں اُن کو پڑھنے سے وہ درجے بخوبی سمجھ میں آسکتے ہیں اور نیز کتاب موسومہ پاتھ آف دی ساسپل شپ اور ان دی آوٹر کورٹ مصنفہ مسز بسنٹ صاحبہ میں بہت ہی بے بہا باتیں درج ہیں۔ ان درجوں کے ناموں میں کسی قدر فرق پایا جائیگا۔ کیونکہ کتب مذکورہ میں سنسکرت کی اصطلاحیں درج ہیں۔ اور زبان پالی کی اصطلاحات جو بدھ صوفیاں کی زبان ہے اس کتاب میں درج کی جاتی ہیں گو نام مختلف ہیں۔ اور طرز بیان میں بھی فرق ہے۔ مگر خاص جن صفتوں کا ہونا لازمی ہے۔ وہ بعینہ ایک ہیں گو بظاہر مختلف معلوم ہوتی ہوں اصطلاحی لفظوں کے معنے خطوط وحدانی میں بیان کئے جائیں گے اور بعد اُس کی جو تشریح مرشدان اکثر کرتے ہیں وہ درج کی جاوے گی۔ چنانچہ منزل اوّل کو بودھ کی اصطلاح میں اوّل منو دوار کھن (یعنی دل کے دروازے کا کھولنا یا من کے دروازے میں سے نکل جانا کہتے ہیں) اور اُس میں طالب کو پختہ عقلی یقین دنیا کے کاموں اور نعمتوں کی بے ثباتی اور اُن کے ناچیز ہونے کا حاصل ہوجاتا ہے۔ اس کو ستّا آستا کا وچار کہتے ہیں یعنی اُس سے یہ تمیز ہوتی ہے کہ کونسی شے حقیقت رکھتی ہے اور کونسی چیز درحقیقت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ احساسات کے حاصل کرنے میں اکثر بہت سا وقت صرف ہوتا ہے۔ اور کتنے ہی مشکل سبقوں سے یہ علم آتا ہے۔ مگر ظاہر ہے۔ کہ اس ابتدائی درجے کے حاصل ہونے کے بغیر کسی قسم کی اصلی ترقی راہ معرفت میں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جب

تک اُس کا شوق اعلیٰ روحانیت کی طرف نہ ہو۔ اور دُنیا کی نعمتوں سے اُس کا دل قطعی طور پر نہ پھر جاوے تب تک راہ معرفت میں پورے دلی شوق اور ذوق سے نہیں چل سکتا۔ اور یہہ تب پیدا ہوتا ہی۔ کہ جب وہ تحقیق سمجھ لیتا ہے۔ کہ اس دُنیا میں کوئی نعمت اعلیٰ روحانی زندگی کے برابر نہیں ہی۔ اہل ہنود کی اصطلاح میں اس درجے کے حاصل کرنے کو ویویک یعنی ست اور آست کی تمیز کہتے ہیں۔ اور مسٹر بسینٹ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہہ گویا اپنے آپ کو آتما کی اطاعت میں داخل کرنا ہے +

۲۔ پری کہہ۔ (یعنی تیاری) اس درجے میں طالب یہہ سیکھتا ہے۔ کہ حق کرنا فقط اس لئے واجب ہے کہ وہ اُس کا فرض ہے۔ کیونکہ وہ حق ہے۔ اس میں وہ اپنا نفع یا نقصان اس عالم میں یا دوسرے میں مدنظر نہیں رکھتا یعنی وہ درجہ حاصل کرتا ہی۔ کہ جسکو کتب مشرقی میں ویراگ یعنی ترک کہتے ہیں۔ جس سے یہہ مراد ہی۔ کہ اپنے نیک کاموں کے پھل کا مطلق خواہاں نہیں رہتا۔ یہہ ویراگ یعنی ترک منزل اوّل کا قدرتی نتیجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جب طالب کو ایک دفعہ دنیا کی نعمتوں کی بے ثباتی اور بے اصلی ثابت ہو جاتی ہے۔ تو پھر وہ اُن کی خواہش نہیں کرتا۔ جب ایک دفعہ نور حق اُس کی روح کو منور کرتا ہے۔ تو اُس کے سوائے اور کسی شئے کی اُس کو خواہش نہیں رہتی۔ اس اعلیٰ درجے کے ترک عظیم کو اہل ہنود کی اصطلاح میں ویراگ کہتے ہیں +

۳۔ (اپچار و یعنی توجہ یا عمل) یہہ وہ منزل ہے۔ کہ جس میں چھ قسموں کی نعمتیں کہ جو اہل ہنود کی اصطلاح میں شٹ سمپتی کہلاتی ہیں۔ حاصل کرنی پڑتی ہیں۔

زبان پالی میں اُن کے نام حسب ذیل ہیں:-

الف۔ سمو (یعنی من کا قابو میں لانا) یہہ وہ قلبی صفائی اور خیالات کا احتباس ہے۔ کہ جو من پر پوری طرح قابو پیدا ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس صفت کا حاصل کرنا نہایت مشکل ہی۔ اور یہی نہایت ضروری ہی۔ کیونکہ جب تک من اپنے قابو میں نہ ہو۔ تب تک وہ مرشد کامل کی آئندہ خدمات کے قابل نہیں ہو سکتا۔ اس صفت میں شانتی اور اپنے آپ کو ضبط میں رکھنا۔ یہہ دونوں صفتیں شامل ہیں۔ کہ جیسا باب چودہ میں مذکور ہوا۔ اور یہہ صفتیں عالم برزخ کے کام کے لئے نہایت ضروری ہیں +

ب۔ دمہ (یعنی اندریوں کا دمن کرنا) اس سے یہہ مراد ہی کہ اپنے قول اور فعل پر اُسی طرح ضبط حاصل کرے۔ کہ جس طرح من پر کرنا چاہئے۔ اور یہہ صفت اول کے حاصل ہونے سے خود ہی آجاتی ہی +

ج۔ اُپرتی۔ (یعنی آزادی) اس سے مراد یہہ ہی کہ تعصبات مذہبی سے اور ضرورت ادائے رسوم وغیرہ مذہبی سے اپنے آپ کو مبرا سمجھے کہ جس سے طالب کے خیالات آزاد اور وسیع ہوں۔ اور کسی شے کی طرف وہ نفرت یا حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔

د۔ تتکشا (یعنی تکلیفات برداشت کرنے کی عادت) جسکو سنسکرت میں تتکشا اور فارسی میں ریاضت کہتے ہیں) اس سے مراد یہہ ہی۔ کہ طالب ہر صورت میں خوشی سے اپنے اعمال کے نتائج برداشت کرے۔ اور جب ضرورت پڑے شہرت و دنیاوی کو ترک کر سکے یعنی ہر امر میں راضی برضا رہے۔ اور اس صفت میں یہی شامل ہی کہ خواہ کتنا ہی نقصان پہنچے۔ دلبرداشتگی یا شکوہ نہ لائے اور یہہ سمجھے کہ جو کوئی مجھکو رنج پہنچاتا ہی وہ فقط میرے اعمال

کا نتیجہ پہنچانیکا ذریعہ ہے (یا اُسکو حکم ربی سمجھے) +

ح۔ سمادہان (یعنی شوق) اس سے مراد استحکام اور مستقل مزاجی ہے یعنی راہ معرفت سے کوئی نعمت یا کوئی خواہش اُسکو ہٹا نہ سکے ایسا مضبوط ہو جائے +

و۔ سدھا۔ (یعنی سردھا جسکو ایمان یا اعتقاد کہتے ہیں) اپنے مرشد پر یا اپنی آتما پر پورا بھروسہ اور پورا اعتقاد ہو یعنی یہہ کہ میرا مرشد کامل ہے۔ اور خواہ میں اپنے آپکو کتنا ہی خاکسار اور ناچیز سمجھوں تاہم میرے میں وہ چنگاری قوت الٰہی بھی موجود ہے کہ جو سُلگتے سُلگتے ایک روز ایسا شعلہ بن جائیگا۔ کہ میں بھی وہی کام کرسکونگا۔ کہ جو مرشد کامل کرتے ہیں +

۴۔ انولوم (یعنی وہ سیدھا ترتیب وار سلسلہ کہ جس سے یہہ مراد ہے۔ کہ تین مذکورالاصدر اوصاف کے حاصل کرنے سے یہہ درجہ خود بخود حاصل ہو جاتا ہے) یہہ وہ منزل ہے کہ جسمیں حیات دنیاوی سے آزاد ہونیکی یعنی مکتی حاصل کرنیکی نہایت تند خواہش پیدا ہوتی ہے اور ذات الٰہی کے وصل کا از حد شوق اور عشق پیدا ہوتا ہے۔ اسکو اہل ہنود کی اصطلاح میں مکشتو کہتے ہیں +

۵۔ گونربھو (یعنی تلقین حاصل کرنیکے قابل ہو جانا) اس منزل میں طالب گویا جملہ اوصاف سابقہ کو جمع کرکے انہیں اس درجے تک مضبوط کرلیتا ہے۔ کہ آئندہ منزل عظیم یعنی اصلی یوگ مارگ میں قدم رکھنے کے قابل ہو جائے۔ اور مرید مقبول یعنی منظور شدہ چیلہ بن جائے اس درجے کے حاصل ہونے ہی دیکشا یعنی تلقین کے بعد طالب بہت جلد اگلی منزل میں داخل ہوتا ہے حضرت بدھ نے فرمایا ہے۔ کہ گونربھو وہ شخص ہے۔ کہ جسکو وہ سب لیاقتیں حاصل ہیں۔ کہ جنکے حاصل ہونے سے تقدس یعنی یوتر ہونا شروع ہو جاتی ہے جو کہ بیان راہ معرفت کے حاصل کرنیکے لئے درکار ہے۔ اسکو گونربھو گیان کہتے ہیں

اب چونکہ مختصر طور پر منزل آزمائش کے درجوں کا ذکر ہو چکا۔ اُس امر پر زیادہ زور دینا چاہیئے۔ کہ جسکا ذکر ابتدا میں کیا گیا تھا یعنی یہہ کہ ان اوصاف کا مکمل طور پر حاصل کرلینا ابتدائی درجوں میں ممکن نہیں

سمجھا جانا۔ اگرچہ جیسا کہ مسٹر موہنی موہن صاحب نے کہا ہے۔ یہہ سب اوصاف مکمل ہوں تو سدھی یعنی کرامت اُسی جنم میں حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر ایسا ہونا بہت ہی شاذو نادر ہے۔ طالب کو چاہئے۔ کہ ان اوصاف کے حاصل کرنے کی طرف دل وجان سے کوشش کرتا رہے ٭

یہہ بات صحیح نہیں ہے۔ کہ ان اوصاف کے پوری طرح سے حاصل کرنے کے بغیر کوئی دوسری منزل میں داخل نہیں ہو سکتا۔ نہ یہہ لازمی ہے۔ کہ سب صفتیں ایک دوسرے کے بعد سلسلہ وار اُسی ترتیب سے حاصل ہوتی جائیں۔ جیسا کہ بعد کی اعلیٰ منزلوں میں ہوتا ہے۔ حقیقت میں بہت سی صورتوں میں انسان کی بہت سی صفتیں ساتھہ ہی ساتھہ ترقی کرتی جاتی ہیں۔ نہ کہ ہمیشہ یکے بعد دیگرے ٭

یہہ ظاہر ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ انسان منزل معرفت کا ایک بڑا جزو طے کر رہا ہو۔ مگر اُس کو اِس بات کی کچھہ خبر بھی نہ ہو اور اِس امر میں کچھہ شک نہیں کہ بہت سے نیک عیسائی اور بہت سے فریمیسن اس منزل پر چل رہے ہیں اور گو انہوں نے گپت ودیا کا کبھی نام بھی نہ سنا ہو۔ ایک وقت ایسا آجائیگا۔ کہ اُن کو تلقین یعنی دکھشا ملجائیگی ان دونوں فرقوں کا نام ہمنے خصوصاً اِس لئے بیان کیا ہے۔ کہ سوائے ان کے اور جتنے مذہب ہیں اُس میں ترقی باطنی ممکن مانی گئی ہے۔ اِس لئے لازم ہے۔ کہ جب کبھی کسی کو بیرونی مذہب سے اعلیٰ شئے کا شوق پیدا ہوگا۔ تو وہ خود اراوتاً اس راستے کی تلاش کریگا ٭

یہہ بھی ذکر کرنا مناسب ہے۔ کہ زمانہ آزمایش میں مختلف منزلوں میں جداگانہ تلقین جسکو پوری دکھشا کہتے ہیں۔ نہیں ہوتی۔ مگر مختلف قسموں کی آزمائشیں ہر عالم میں پیش آیا کرتی ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ ہر موقع پر حوصلہ بڑھانیوالے نتائج پیدا ہوں

اور جب کبھی پوری اطمینان ہوتی ہے۔ تو اشارے اور امداد بھی ملتی ہے۔ دکیشا یعنی تلقین اصلی ایک ایسی سنجیدہ رسم ہے۔ کہ جس میں چیلہ باقاعدہ اعلیٰ درجہ میں داخل کیا جاتا ہے اور وہ داخلہ کوئی مقررہ شخص کرتا ہے۔ کہ جو مرشد کامل کی طرف سے چیلہ سے حلف لیکر اس نئے علم کی کنجی اُس کے سپرد کرتا ہے۔ کہ جو اُس چیلے نے منزل جدید میں کام میں لاتا ہے۔ اُس قسم کی تلقین اُن درجوں کی ابتدا میں اور نیز اُن کے خاتمہ پر دوسرے درجوں میں داخل ہونے سے پہلے حاصل کرنی پڑتی ہے۔

باب شانزدہم

اصلی یوگ مارگ یعنی منزل معرفت

راہ معرفت کی ان چار منزلوں میں دس سمبوجن یعنی جنم مرن کے دس بندھن جو اُسے وصل ذات یعنی نروان سے روکتے ہیں اسکو اور کاٹنے پڑتے ہیں۔ حلف لینے کے بعد کے زمانے میں اور زمانے آزمائش میں جو فرق ہے وہ اس منزل میں معلوم ہوتا ہے۔

اس منزل میں جزوی طور پر بندھنوں سے آزاد ہونا کافی نہیں سمجھا جاتا ایک منزل سے دوسرے منزل میں پہنچنے سے پہلے عارف کو خاص بندھنوں سے اپنے تئیں مطلقاً آزاد کرنا پڑتا ہے۔ جس وقت اُن کا ذکر کیا جائیگا۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ کیسی سخت منزل ہے اکہ جیسا حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

ع عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکل ہا) اسی سے معلوم ہوگا۔ کہ جو مقدس کتابوں میں لکھا ہے کہ اس منزل کے طے کرنے میں بعض اوقات سات جنم لگ جاتے ہیں۔ یہہ بات کچھ تعجب کی نہیں ۔

یہہ چار منزلیں پھر چار چار درجوں پر منقسم ہیں۔ جن کو عربی میں شعبے کہتے ہیں۔ اب اول شعبہ کو ناگو کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ منزل ہے کہ جس میں طالب بندھن کاٹنے کی کوشش کرتا ہے ۔

دوئم۔ پھل (یعنی نتیجہ) اس درجہ میں عارف اپنی محنت کا نتیجہ یعنی پھل پاتا ہو

سوئم۔ بھوگا۔ (یعنی وہ عرصہ کہ جس میں عارف اس نتیجے کا کمال حاصل کرکے اس منزل کے متعلق جو کچھ پھل ہے۔ اس کو پوری طرح خاطر خواہ بھوگ سکتا ہے

چہارم۔ گوترسھو (یعنی وہ درجہ کہ جب وہ اگلی منزل کی تلقین حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے) ۔

منزل اول کا نام سوتپتی یا سوہن ہے۔ جب عارف یہہ درجہ حاصل کرتا ہے۔ تو اس کو (سوہپن) کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو دریا سے وحدت میں ڈال دیا ہے کیونکہ اس وقت سے خواہ وہ اس درجہ میں دیر تک ٹھہرے۔ یا کسی اور اعلی درجے کے بہاؤ میں آکر کچھ عرصے تک اپنے راستے کو چھوڑ کر کسی اور طرف ہو لے۔ تاہم یہہ ممکن نہیں کہ وہ پھر درجہ روحانیت سے بالکل گر جائے۔ اور پھر ہیولی دنیا داری میں آجائے۔ اب گویا وہ اعلی درجے کی ترقی کی ندی کے بہاؤ میں گر چکا۔ کہ جس درجے میں جلد یا بدیر آدم کو دوران آئندہ کے عرصے میں داخل ہونا پڑیگا بشرطیکہ عارضی ناکامیابی کے باعث سوہن کا قدم کچھ دیر کو کچھ وقت

وہ پیچھے رہ جائیں۔ اور آئندہ سلسلہ عالم کی دوران تک انترقی آئندہ کے منتظر رہیں +
جو عارف اس درجہ کی تکمیل حاصل کرسکتا ہے۔ اس نے گویا زیادہ تر انسانوں سے اس قدر ترقی کی کہ جو اُن کو ساتوں سیاروں کے پورے دوران میں حاصل ہوتی ہے۔ اور اب اس کو دوران پنجم میں اس درجہ ترقی سے گر جانے کا کوئی خطرہ نہ رہا۔ ایسے عارف کو اس لئے بعض اوقات مُکت یعنی آزاد کہا جاتا ہے۔ منزل آئندہ کے حاصل کرنے سے پہلے بندھن یعنی قیود ذیل سے آزاد ہونا پڑتا ہے

اوّل۔ ساکایا دِٹی (یعنی خودی کا دھوکہ) +

دوئم۔ بیچی کچھا (یعنی شک) +

سوئم۔ سلبات پراماس۔ (یعنی اعتقاد باطل) ان میں سے اول میں آہنگ یعنی انا کی آگاہی ہے۔ کہ جو خودی سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر درحقیقت دھوکہ ہے۔ اور منزل معرفت میں سب سے پہلے اسی کو مٹانا پڑتا ہے +

لیکن اس بندھن کو پوری طرح سے کاٹنے سے پہلے یہ امر بھی ثابت ہو جانا چاہیئے کہ جسمی انانیت کے علاوہ اصلی انانیت بھی اس ایک ذات الٰہی سے جدا نہیں اس لئے دیگر برادران کے فائدے کے خیالات سے وہ علیحدہ نہیں رہ سکتا اور جس وقت وہ اوروں کی ترقی میں امداد دیتا ہے۔ درحقیقت اسی میں اس کی ترقی ہوتی ہے کیونکہ سوت پتی درجے میں داخل ہونے کی اول ہی علامت یہ ہے۔ کہ عالم ضمیر یعنی مانساک لوک سے بلند تر عالم میں داخل ہوا کہ جس کو ہم عموماً بدھی کا لوک کہتے ہیں۔ اس اعلیٰ درجے کے نہایت ادنیٰ ترین حالت تک عارف بمشکل اس منزل میں اپنے مرشد کامل کی امداد سے پہنچ سکتا ہے۔ مگر ایک دفعہ

کی حالت بھی ایسی ہوتی ہے کہ جس کو عارف کبھی نہیں بھول سکتا۔ جس سے
اُس پر ایک نئی دنیا کی کیفیت کھُلتی ہے۔ اور اُس کے ہوش و حواس اور
خیالات میں بالکل تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اُس وقت اُس عالم کی وسیع قوت
آگاہی سے وہ عین الیقین سے توحید اصلی کا مسئلہ سمجھتا ہے۔ اُس وقت یہہ علم
عقلی اور قیاسی نہیں ہوتا۔ بلکہ عین الیقین صاف صاف معلوم ہو جاتا ہے۔
تب ہی اُس کو اپنے عالم کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اور اُسی وقت کسی قدر کیفیت
مرشدان عظیم کے بے کنار دریائے محبت اور رحمت کی معلوم ہوتی ہے۔

دوسری قید یعنی بندھن کے بارے میں اس امر سے آگاہ کر دینا ضروری
معلوم ہوتا ہے کہ شاید یورپین خیالات کے لوگ یہہ سمجھیں۔ کہ چیلے کو آنکھ بند کر کے
بلا دلائل کسی بات پر یقین لانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ گپت ودیا کے نزدیک
شبہ راہ ترقی میں باعث رکاوٹ ہوتا ہے۔ تو پھر زمانہ حال کے باطل اعتقادوں
کے ماننے والوں میں اور طالب علم معرفت میں کیا فرق ہوا۔ یہہ خیال محض غلط ہے۔
اس میں کچھہ شک نہیں۔ کہ شبہ یعنی یہہ شک کہ یہہ امر ہو یا نہ ہو بعض معاملات
ترقی روحانی میں باعث رکاوٹ ہوتا ہے۔ مگر اُس کا یہہ علاج نہیں کہ خواہی
نخواہی بلا سوچے سمجھے کسی بات پر مجبوراً اعتقاد کرنا پڑے۔ بلکہ اس قسم کے اعتقاد
بذات خود ایک بندھن ہیں۔ اُس کا علاج تو ذاتی تجربہ سے یا معقول دلائل سے
شبہات کو رفع کر کے اصلی اعتقاد پیدا کرنا ہے فرض کرو کہ اگر کوئی لڑکا پہاڑوں
کے صحیح ہونے میں شبہ رکھتا ہو۔ تو اُس کو اعلیٰ درجے کے علم ... میں کس طرح
کمال حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر اُسکے شبہات تب ہی اچھی طرح سے رفع ہو سکتے ہیں کہ

وہ دلائل اور تجربے سے سمجھ لے۔ کہ پہاڑے صحیح ہیں۔ یعنی دو دونی چار ہوتے ہیں۔ اس بات کو وہ فقط اسلئے نہیں مانتا کہ لوگ ایسا کہتے ہیں۔ بلکہ یہہ امر اُس کو تجربے سے ثابت ہوگیا ہے۔ کہ دو کو دو میں ضرب دینے سے چار ہوتے ہیں۔ طالبان علم باطن کو شبہ رفع کرنے کی اس کے ماسوائے اور کوئی ترکیب معلوم نہیں ہے۔

بیچی کچھا سے مراد مسئلہ کرم اور پونر جنم یعنی اعمال اور تناسخ کی نسبت شبہ کرنا ہے اور نیز راہ معرفت سے بڑھکر اور کوئی نعمت نہیں۔ اور اِس بندھن کے کاٹنے سے مراد یہہ ہے کہ ذاتی تجربہ سے یا دلائل سے بالکل تحقیق مان لینا کہ جو کچھہ علم باطن نے ان باروں میں بتلایا ہے وہ صحیح ہے۔

تیسرے بندھن سے مراد ہر قسم کا نامعقول اور غلط اعتقاد ہے۔ اور بیرونی پوجا پاٹھ وغیرہ کے رسوم کو صفائی باطن کا قطعی ذریعہ سمجھنا۔ جو اس بندھن کو کاٹتا ہے۔ اُس کو لازم ہے۔ کہ سوائے ذات خود کے اور کسی پر بھروسہ نہ رکھے۔ نہ مذہب کے بیرونی چھلکوں پر۔

اوّل کے تینوں بندھن سلسلہ وار ہیں۔ جب انسان کو احدیت اور انانیت جسمانی کا فرق معلوم ہو جاتا ہے اُس وقت تناسخ یعنی پونر جنم کا طریق کسی قدر سمجھ میں آنے لگتا ہے۔ اور اُس کے شبہات اس امر میں رفع ہونے لگتے ہیں۔ اسکے بعد اصل جیو آتما یعنی روح کے لافانی ہونے کا علم پیدا ہونے سے اپنی روحانی قوت پر اعتبار پیدا ہوتا ہے۔ اور اعتقاد باطل رفع ہو جاتے ہیں۔

ا سکدگامی۔ اس سے مراد وہ درجہ ہے۔ کہ جس کے حاصل کرنے کے بعد عارف کو فقط ایک دفعہ اور جنم لینا پڑتا ہے۔ پھر وہ آرہت یعنی درجہ کامل کو پہنچ جاتا ہے۔ اس

منزل میں کوئی اور بندھن نہیں کاٹنا پڑتا۔ مگر عارف موجودہ بندھنوں کو کاٹنے میں لگا رہتا ہے۔ یہہ درجہ عموماً بہت بڑی روحانی اور عقلی ترقی کا ہوتا ہے*

جس کو عام لوگ روحانی قوتیں کہتے ہیں۔ اگر وہ پہلے سے حاصل نہ کی گئی ہوں تو اس درجے میں حاصل کرنی پڑتی ہیں کیونکہ اُن کے بغیر جو علم اُسکو اس درجے میں حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اُسکو وہ قبول نہیں کرسکتا۔ اور نہ وہ بنی آدم کی امداد کے لئے اُس اعلیٰ درجے کا کام کرسکتا ہے۔ جس میں امداد دینے کا اُسکو حق اس درجے میں حاصل ہوجاتا ہے۔ اس منزل میں لازم ہے۔ کہ جاگنے کی حالت میں بھی عالم برزخ کی آگاہی اُس کے اختیار میں ہو۔ اور عالم خواب میں عالم آسمانی اس کے روبرو کھلا ہوا ہو۔ کیونکہ انسان کی آگاہی جسم خاکی سے باہر نکلنے کے بعد اُس کے جاگنے کی حالت کی آگاہی سے ایک درجہ بلند ہوتی ہے کیونکہ جاگنے کی حالت میں وہ جسم کے زندان میں گرفتار ہوتی ہے*

سوئم۔ اناگامی (یعنی وہ جو پھر واپس نہیں آتا) اس سے مراد یہہ ہے کہ جب عارف اُس درجہ میں پہنچتا ہے تو وہ اس قابل ہوجاتا ہے۔ کہ اسی زندگی میں وہ دوسری منزل کو حاصل کرلے۔ اپنے معمولی دنیا کے کام کرتا ہوا اُسکو ترقی کے وہ اعلیٰ موقعے حاصل ہوتے ہیں۔ کہ جو عالم بہشت کے بے بہا حواس اور قوتوں سے ممکن ہوتے ہیں اور جب وہ رات کے وقت اپنے جسم خاکی سے باہر نکلتا ہے۔ تو عالم بدھی کے عجیب وغریب وسیع آگاہی کے میدان میں داخل ہوتا ہے۔ اس منزل میں جو کچھ بقیہ دو قیود مندرجہ ذیل سے باقی ہوتے ہیں اُن سے پوری طرح آزادی حاصل کرتا ہے*

۴-کام راگ یعنی لذات حواس نفسانی جس سے مراد محبّت دُنیا ہے +

اور دوئم

۵-بیتی گھا-(یعنی غصہ یا نفرت کا امکان) جس طالب نے یہہ بندھن کاٹ دئے ہوں-اُس کی اندرسیں یعنی حواس محبّت یا نفرت میں اُس پر کوئی غلبہ نہیں ڈال سکتیں اور عالم اجسام کی ہر حالت میں وہ بالکل آزاد ہوتا ہے- نہ اُس کو کسی شے سے محبت ہوتی ہے- نہ وہ کسی قسم کے رنج یا تکلیف سے بے قرار ہوتا ہے +

اس موقع پر ایک اور غلط فہمی ہوسکتی ہے-اور وہ اکثر دیکھنے میں آتی ہے اصلی پاک اعلیٰ درجے کی محبّت انسانی کبھی دور نہیں ہوتی تعلیم علم باطن سے وہ ہرگز کم نہیں ہوتی- بلکہ درجہ بدرجہ بڑھتے بڑھتے اس قدر وسیع ہوجاتی ہے-کہ وہ محبّت جو پہلے صرف ایک یا دو سے ہوتی ہے-اُسی جوش کے ساتھ سب پر ہوجاتی ہے مگر طالب ایک وقت اپنے نزدیکی لوگوں کے ذاتی جسمانی خیالات کے تعلق سے اپنی توجہ اُٹھا لیتا ہے-اور اسی لئے بے انصافی اور طرفداری کے عیوب سے پاک ہوجاتا ہے- کہ جو معمولی محبّت سے اکثر ہوجاتے ہیں +

نہ یہہ ہرگز سمجھنا چاہئے-کہ اس وسیع محبّت کے حاصل کرنے میں اپنے نزدیکی رفیقوں اور رشتہ داروں کی خاص محبّت اُس کے دل سے نکل جاتی ہے -

کمال کی محبّت کا رشتہ جو درمیان آنند اور بدھ دیو کے اور سنٹ جان اور حضرت عیسیٰ مسیح کے تھا اس سے ثابت ہے کہ بجائے کم ہونے کے محبّت از حد بڑھ جاتی ہے اور جو رشتہ درمیان مرشد اور اُس کے طالب کے ہوتا ہے وہ دُنیا کے رشتوں سے بدرجہا مضبوط ہوتا ہے کیونکہ جو محبّت پاک راہ معرفت میں پیدا ہوتی

ہے وہ درمیان روحوں کے ہوتی ہے اور نہ فقط جسموں میں اس لئے وہ زیادہ مضبوط اور مستقل ہوتی ہے اور اس کے گھٹنے کا یا کمی بیشی کا خوف نہیں ہوتا کیونکہ وہ کامل محبت ہے کہ جس سے خوف بھاگ جاتا ہے +

۴۔ آرہت (یعنے اکمل) اس منزل کو حاصل کرکے عارف مدام آگاہئی علم بدھی کی رکھتا ہے اور اپنی قوتوں کو جسم میں ہوتے ہوئے بھی کام میں لاسکتا ہے اور جس وقت خواب یا استغراق کے وقت وہ جسم سے نکل جاتا ہے تو فوراً ناقابل بیان جلوہ عالم نروان کا اس پر نازل ہوتا ہے اس منزل میں عارف کو باقی ماندہ جزو پانچ باقی بندھنوں کو کاٹنا پڑتا ہے اور وہ حسب ذیل ہیں :-

۶۔ روپ راگ ۔ یعنے مجسم صورت کی خوبصورتی کی خواہش یا مجسم زندگی کی خواہش سوا اس کے کہ جو عالم بہشت میں ہوتی ہے +

۷۔ اروپ راگ ۔ یعنے بے صورت زندگی کی خواہش +

۸۔ مانو (یعنے تکبر) +

۹۔ اُودھچھا ۔ یعنے اضطراب یا تنک مزاجی ۔

۱۰۔ اودیا ۔ یعنے اگیان ۔

اس بارہ میں یہہ گذارش ہو کہ روپ راگ کے ترک سے مراد فقط خواہش دنیاوی زندگی کے ترک کرنے سے نہیں ہے خواہ وہ زندگی کتنی ہی اعلیٰ درجہ کی اور اور خوبی کی ہو نہ زندگی عالم برزخ کی نہ عالم بہشت کی خواہ کتنے ہی آنند کی دینے والی ہو بلکہ اس سے یہہ بھی مراد ہے کہ کوئی اثر بے جا میلان یعنے رغبت یا نفرت کا خوبصورتی بیرونی یا کسی چیز یا شخص کی بدصورتی سے اس پہ نہ پڑے +

اروپ راگ یعنے خواہش زندگی خواہ غیر مجسم اعلیٰ ترین مقامات عالم بہشت میں یا اُس سے بھی بلند تر مقام عالم بدھی میں ہو فقط ایک اعلیٰ قسم کی اور کم درجہ کی نفسانیت اور خودغرضی کی صورت ہے اور اُس کو بھی اُسی طرح ترک کرنا پڑتا ہے جس طرح کہ دیگر دنی خواہشات کو۔ اودھچھہ کے اصلی معنے یہہ ہیں کہ کسی طرح دل میں اضطرابی یا بے قراری پیدا ہو اس لئے جس نے اس بندھن کو قطعی طور سے کاٹ لیا ہو اُس کے دل میں کبھی اضطرابی نہیں آتی خواہ اُس پر کچھہ ہی گذرے۔

اگیان یعنے جہالت کے دور کرنے سے مراد کمال علم کا حاصل کرنا ہے جس کو پورن گیان کہتے ہیں یعنے اُس سے اس نظام شمسی کے متعلق ہر ایک امر کا کامل علم عارف کامل کو حاصل ہوتا ہے جب جملہ بندھن کٹ جاتے ہیں تو روح پاک پانچویں منزل پر پہنچتی ہے اور عارف کامل کو اکمل کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تب وہ نمبر ۵۔ اسیکھ کا درجہ پاتا ہے یعنے جس کو اب اس نظام شمسی میں کچھہ سیکھنا باقی نہیں رہا۔ ہمارے لئے موجودہ حالت میں سمجھنا بھی دشوار ہے کہ اس درجہ کے کیا معنے ہیں۔ عارف اکمل کی آنکھوں کے روبروئے عالم نروان کی حالت جلوہ گر ہوتی ہے اور جب وہ اپنا جسم چھوڑنا چاہتے ہیں اُن کو یہہ قدرت ہوتی ہے کہ اُس سے بھی بلند تر عالم میں پہنچیں کہ جو ہمارے نزدیک صرف نام ہی نام ہے جیساکہ پروفیسر ریہیس ڈیوڈس صاحب لکھتے ہیں اب وہ جملہ گناہوں سے پاک ہو چکے اور اس زندگی میں ہر شئے کو وہ اُس کی اصلی حقیقت کے مطابق دیکھتا ہے اور اُس کی اصلیت کے موافق قدر کرتا ہے اور چونکہ ہر قسم کی بُرائی اُس کے دل سے اُکھڑ جاتی ہے وہ اپنے لئے صرف وہ چاہتا ہے کہ جو حق اور نیک ہے اور

دوسروں کے لئے رحمت اور محبت *

اِس بات کے ثابت کرنیکے لئے کہ اُن کی محبت میں کچھ کمی نہیں ہوتی مدیتا سوتا میں اس منزل پر عارف کی دل کی جو حالت ہوتی ہے اُس کا ذکر یوں لکھا ہے کہ اُن کی محبت ماں کی محبت کی طرح ہوتی ہے کہ جو اپنی جان کو بھی خطرہ میں ڈالکر اپنے بچہ کو بچاتی ہے جملہ مخلوق کی طرف اس قسم کی محبت پیدا کرنے سے تمام عالم میں بے انتہا نیکی کا بڑھاؤ اوپر نیچے گرد بیداغ بلا خیال اختلاف اغراض مخالف نیکی کا دم بھر جب انسان مستقل طور پر ہمیشہ اس خیال کی حالت میں رہتا ہے خواہ وہ کھڑا ہو یا چلتا پھرتا یا بیٹھا ہو یا لیٹا ہو تب کہہ سکتے ہیں کہ اس جسم میں ہی جیون مکت کا درجہ ملا۔

باب ہفدہم

اِس کے بعد کیا ہے

ظاہر ہے۔ کہ اس منزل کے بعد اعلیٰ تر منزل میں پہنچنے کے لئے جو جدید اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُن کی بابت ہم کو کچھ علم نہیں۔ یہہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جب عارف آسیکھہ کا درجہ حاصل کرتا ہے تو اُس کی اخلاقی ترقی ختم ہو چکی ہے۔ اسی لئے آئندہ کی ترقی اُس کے لئے فقط علم اور گیان کا بڑھنا اور زیادہ عجیب و غریب روحانی قوتوں کا حاصل کرنا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ جب انسان کو یہہ درجہ روحانی کا حاصل ہو جاتا ہے۔ خواہ معمولی طور پر آہستہ آہستہ ترقی ہو نے سے ہو گئے حاصل ہوا یا فوراً سے

عرصے میں بذریعہ یوگ وویا کے وہ اپنی تقدیر کا مالک ہو جاتا ہے۔ اور آئندہ کی ترقی کے لیئے جو سات مختلف راستے ہیں۔ ان میں سے اپنی مرضی کے موافق کوئی راستہ پسند کر سکتا ہے ؛

ہماری موجودہ حالت میں ہم اس بارے میں کچھ زیادہ نہیں سمجھ سکتے۔ اور جو کچھ تھوڑا بہت اس حالت کی نسبت بیان کیا جا سکتا ہے۔ اُس سے بہت ہی کم سمجھ میں آتا ہے کہ کیا معاملہ ہے۔ فقط اتنا معلوم ہے کہ اُن میں سے زیادہ تر اوصاف صاحب اکمل کو اس دنیا کے سلسلے سے باہر پہنچا دیتے ہیں۔ کیونکہ یہاں اب اُنکے ترقی کرنے کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا ؛

ایک راستہ ایسے اکملوں کا ہے کہ جو وصل ذات یعنی نروان کو منظور کرتے ہیں۔ ہمکو کچھ علم نہیں۔ کہ کس بے انتہا عرصے تک وہ اُس اعلیٰ حالت میں رہتے ہیں۔ اور کس قسم کے کام کے لیئے تیاری کرتے ہیں۔ اور اُن کی آئندہ ترقی کس قسم کی ہوگی۔ اگر اس کا بھید کوئی ہم کو بتلانا بھی چاہے۔ تب بھی ہم موجودہ حالت میں اُس کو نہیں سمجھ سکتے مگر اتنا سمجھ میں آتا ہے۔ کہ نروان کی اعلیٰ حالت جیسا کہ کوئی کوئی ناواقفیت سے سمجھتا ہے۔ بالکل نیست و نابود ہو جانے کی حالت نہیں ہے۔ بلکہ نہایت فیض بخش ہستی کی حالت ہے اور جوں جوں انسان ترقی کرتا جاتا ہے۔ اُس کی قوتیں بڑھتی جاتی ہیں اور دوسروں کے واسطے اُس کا کام درجہ بدرجہ زیادہ اعلیٰ قسم کا اور زیادہ مفید ہوتا جاتا ہے ؛ اور بے حد قوت اور بے حد دانائی یعنی گیان سے اُس کے لیئے صرف یہہ مراد ہوتی ہے۔ کہ خدمت کرنے کی قوت بے انتہا ہو جائے کیونکہ وہ قوتیں بے انتہا محبت سے کام میں لائی جاتی ہیں ؛

ایک اور قسم کے لوگ اس قسم کی ترقی پسند کرتے ہیں۔ کہ جو بنی آدم سے زیادہ دور نہیں ہوتی کیونکہ اگر یہ ہمارے نظام شمسی سے اگلی نظام شمسی کے ساتھ آئندہ نظام شمسی کا براہ راست تعلق نہیں ہوتا۔ تاہم وہ سلسلہ ترقی اُس زمانے تک ہوتا رہتا ہے۔ کہ جو عرصہ دوران اول و دوم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس عرصے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی نروان منظور لیتے ہیں۔ مگر نروان مذکورہ بالا کی حالت کی نسبت اُن کی حالت اعلیٰ تر ہوتی ہے +

کوئی دیوتا لوک میں داخل ہو کر ترقی کرتا ہے۔ کہ جس کا سلسلہ ترقی کا اس عالم کی طرح سات لڑیوں پر ہوتا ہے۔ اور اُن میں سے ہر ایک اُن کے لئے ایک دُنیا ہوتی ہے کہتے ہیں۔ کہ اس راستے میں ترقی بہت آہستہ آہستہ ہوتی ہے۔ اس لئے یہہ راستہ دوسرے راستوں میں زیادہ سہل ہے اگرچہ بعض اوقات کتابوں میں دیوتا ہو جانے کی واسنا بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ تاہم نرمان کایاں کے اعلیٰ درجے کے پورن تیاگ یعنی ترک مطلق کے مقابلہ میں بھی اُس کو کم سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ جو صاحب اکمل یہہ راستہ منظور کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ راستہ طول ہے تاہم نہایت افضل اور جلیل ہے +

اور ایک گروہ کا نام (نرمان کایاں) ہے۔ وے اُن تمام آسان طریقوں کو چھوڑ کر ترقی کا راستہ جو بہت کٹھن ہے منظور کرتے ہیں شاعروں نے ایسے صاحب کمال کو دیوار حفاظت کہا ہے۔ اور کتاب موسومہ دی وائس آف سائیلنس میں لکھا ہے کہ یہہ دنیا کو ہر ایک مصیبت اور آفتوں سے اور رنج سے بچاتے ہیں۔ اُن کا طریق بچانے کا بیرونی آفات کو ٹالنے کا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنی قوت روحانی امداد اور فیض بہانے میں صرف کرتے ہیں اگر وہ ایسا نہ کرتے۔ تو دنیا کا حال بہت ہی ابتر ہوتا +

ایک گروہ اور ہے کہ جو بنی آدم سے براہ راست ملے جلے رہتے ہیں اور انہی

میں جنم لیتے ہیں اور اُس راستے کو پسند کرتے ہیں۔ کہ جو چار منزلوں میں ہوکر گذرتا ہے۔ کہ جسکو نظام عالم کا دور کہا گیا ہے۔ اور مرشدان کامل جنکو تصوف کی اصطلاح میں ماسٹرس آف وزڈم یا مہاتما کہتے ہیں۔ اور جن سے جو کچھ تھوڑا سا جزو علم باطن کا ہم طالبان تصوف کو حاصل ہوا ہے وہ اسی گروہ میں شامل ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس گروہ میں بہت کم لوگ شامل ہوتے ہیں۔ غالباً فقط اُتنے ہی شخص ہوتے ہیں۔ کہ جتنوں کی ضرورت عالم ظاہری کے کام کے لئے ہوتی ہے ؀

مختلف راستوں کا ذکر سنکر لوگ اکثر یہہ سوال کرتے ہیں۔ کہ مہاتماؤں کے دل میں تو ضرور اُسی راستے کو پسند کرنے کا خیال ہوتا ہوگا۔ کہ جس سے بنی آدم کی زیادہ مدد ہو سکے مگر یاد رکھنا چاہئے۔ کہ انسان کی ترقی کے علاوہ اس نظام شمسی میں اور اور قسم کے مخلوق کی ترقی میں بھی مدد دینی پڑتی ہے چنانچہ ایشر کی سرشٹی کو ترقی کا کام چلانے کے لئے ہر ساتوں راستوں پر کام لینے کے لئے عارفان کامل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِسمیں کچھ شک نہیں کہ یہہ مہاتما جہاں اُن کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے اُسی جگہ جانا پسند کرتے ہیں۔ اور اپنی خدمات بلاغرض ذاتی ان دیوتاؤں اور فرشتوں کے حوالہ کرتے ہیں۔ کہ جو اُس انتظام کے لئے ذمہ وار ہیں

طریق معرفت یہہ ہے۔ جو کچھ کہ بیان ہوا۔ اور ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اسپر چلنا شروع کریں گو راستہ بہت بلند ہے۔ ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ درجہ بدرجہ منزل طے ہوتی ہے۔ اور اب جو منزل کے اختتام پر بلند چوٹی پر کھڑے ہیں کسی وقت وہ بھی ہماری طرح نیچے کے دلدل میں کام کرتے تھے۔ اگرچہ یہہ راستہ پہلے ہی پہلے مشکل اور کٹھن معلوم ہوتا ہے۔ تاہم جوں جوں ہم آگے قدم بڑھاتے

ہیں۔ ہمارا پیر مضبوطی سے ٹکتا جاتا ہے۔ اور ہمارا راستہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ جو ہمارے برابر سفر کر رہے ہیں ہم اُن کو درجہ بدرجہ زیادہ مدد دے سکتے ہیں +

چونکہ اوّل ہی اول یہہ راستہ دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اور ضمیر ادنیٰ یعنی نفس کی شفقت سے گھبراتا ہے۔ بعض اوقات اُس کو غلطی سے رنج کا راستہ کہا گیا ہے۔ مگر جیسا کہ مسز بسنٹ صاحبہ نے لکھا ہے۔ تمام تکلیفات اور مصیبتوں میں مستقل آنند چھپا ہوا ہے۔ کیونکہ تکلیف اور مصیبت خاصہ ادنیٰ کا کام ہے اور آنند اور فرحت خاصیت اعلیٰ کا جب جسمانی خودی کا خیال بالکل رفع ہوجاتا ہے۔ تو مصیبت اور تکلیف کا ماننے کا ذریعہ بھی جاتا رہتا ہے۔ اور عارف کامل پر سوائے امن اور آنند اور پرم شانتی کے اور کچھہ نہیں ہوتا۔ اُس کو معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ جو کچھہ ہو رہا ہے۔ اُسکا انجام آخری کیا ہے۔ اور وہ اُس انجام سے خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کے رنج صرف راہ ترقی انسان میں عارضی ہوتے ہیں +

اس راستے سے جو شانتی حاصل ہوتی ہے۔ اور جو فرحت انجام کے معلوم کرنے اور اُس کا راستہ دریافت کرنے سے اور اس بات کے جاننے سے حاصل ہوتی ہے کہ کام کرنے کی طاقت بڑھتی جاتی ہے۔ اور انسان کی نفسانیت یعنے خودی درجہ بدرجہ پامال ہوتی جاتی ہے۔ وہ بے حد ہے اور ناقابل بیان ہے۔ منزل معرفت کے اعلیٰ درجوں میں جو فیضان اور فرحت اور نظارہ جلالی نمودار ہوتے ہیں۔ اور جو شانتی اس قسم کی حاصل ہوتی ہے۔ کہ دنیا کے طوفان اُس میں کچھہ خلل انداز نہیں ہوسکتے اُس کا بیان زبان سے نہیں ہوسکتا۔ جو کوئی اُس راستہ میں داخل ہوا ہے۔ اُس کو اور کچھہ اچھا نہیں لگتا اور جو مصیبتیں اُس پر راستے میں آتی ہیں۔ اس دنیا کے زیادہ

سے زیادہ خوشیوں سے وہ زیادہ آنند کے دینے والے ہوتی ہیں دیکھو باہن جلد ۵ نمبر ۱۱
کسی انسان کو اس راستے کو دشوار سمجھ کر حراسان نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جو
انسان نے کیا ہو۔ انسان اُسکو کرسکتا ہے۔ اور جس مقدار سے ہم دوسروں کی
مدد کرینگے اسی مقدار سے جنہوں نے مدد پہلے حاصل کی ہے۔ اُس کے عوض میں
ہم کو مدد دینگے۔ اِس لئے ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک جو راہ معرفت میں چل رہے
ہیں۔ وہ باہمی خدمات کی زنجیر سے بندھے ہوئے ہیں۔ اور کوئی یہہ نہ سمجھے کہ ہماری
کوئی خبر نہیں لیتا۔ اگرچہ منزل عظیم کے نچلی ابتدائی منزلوں میں کچھہ تاریکی ہوتی ہے
تاہم ہم جانتے ہیں کہ وہ اعلیٰ ترین منور مقاموں میں پہنچتی ہو جہاں نور الہی ہمیشہ جلوہ گر
رہتا ہو +

اوصحت سے چھاپی گئی ہے اس میں سوال و جواب کے طور پر اوّل حمل کے شروع سے بچّہ کے پیدا ہونے تک جس طرح حاملہ کی احتیاط اور خبرگیری اور امراض کا معالجہ ہونا چاہئیے مفصل ہدایات درج ہیں انکے بعد بچّونکی پرورش کا طریقہ اور انکے امراض کے علاج پانچ برس کی عمر تک مفصل درج ہیں اور مستورات کے متعلق چند خاص خاص امراض کے علاج درج ہیں۔ اس کتاب کو ہر ایک شخص پڑھکر اپنی مستورات کو واقف کر سکتا ہے اور جہاں جہاں مستورات خود لکھ پڑھ سکتی ہیں وہ خود اسکا فائدہ اٹھا سکتی ہیں قیمت فی جلد عہ محصول ڈاک علاوہ یہہ کتاب ناگری میں بھی ترجمہ ہوکر چھپ گئی ہے قیمت فی جلد عہ محصول ڈاک علاوہ ٭

طب خانگی ۔ یہہ کتاب بطور تتمہ ہدایت نامہ دایان بنظر فائدہ عام تصنیف کرکے شائع کی ہے اسمیں تشریح جسم انسان معہ تصویرات و تشخیص امراض خاص متعلق نسوان اور نسخہ جات مجربہ دیسی و ڈاکٹری جنکی دوائیں عموماً ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہوسکتی ہیں درج ہیں بہت سے موز علم طبیہ کے شناسنر جو اب تک عوام پر کشوف نہیں ہوئے اور جنکا جاننا ہر ایک مرد و عورت کو بغرض صحت خود اور اپنی اولاد کے نہایت ضروری ہے مثلاً ایام حیض میں عورتوں کے رہنے کے طریق اُن ایام کے پرہیز اور بدپرہیزی کے نتائج اولاد نرینہ اور عمدہ اولاد حاصل کرنیکے لئے تدابیر ضروری عقیمہ یعنی بانجھہ عورتونکا علاج وغیرہ وغیرہ اور بہت سی باتیں نہایت سلیس اردو میں عام بول چال کے طور پر درج ہیں قیمت فی جلد ۸ر محصول ڈاک علاوہ ٭

کتب مسمریزم

ادھیاتمک حکمت یعنی علاج روحانی ۔ یہہ کتاب عام فہم اردو زبان میں فائدہ عام کے لئے تصنیف کی گئی ہے اس میں [illegible] علم توجہ جسکو انگریزی میں مسمریزم کہتے ہیں مفصل طور پر [illegible]

مشق اور معالجات امراض جسمانی مع تصویرات ضروری ہر موقعہ تشریح آلات اندرونی جسم مثلاً یعنی
جگر دماغ اور دماغ کے مختلف حصص مع حقیقت علم روحانی جسقدر علاج امراض و تصفیہ قلب کیلیے
شائقین علوم باطن کو درکار ہوتے ہیں صاف صاف اس طور پر لکھے گئے ہیں کہ بغیر مدد استاد کے
ہر شخص اپنی عقل کے موافق کوشش کرنے سے فائدہ اُٹھا سکتا ہی اس کتاب میں قصہ کہانی وغیرہ فضول
تقریر بالکل متروک کی گئی ہی فقط ضروری مراتب جو جاننے کے قابل ہیں درج کئے گئے ہیں قیمت
فی کتاب بلا محصول عہ

کتب تھیوصوفی یعنی برھم ودیا

مخزن اسرار تھیوصوفی جلد اوّل جس میں انسان کی روح جسم لطیف وغیرہ ساتوں جوہروں کا
مفصل حال عام فہم عبارت میں لکھا ہی یہہ کتاب موسومہ بون پرنسپلس آف مین مصنفہ مارقہ اینی بسنٹ
صاحبہ (سرپرست تھیوصوفیکل سوسائٹی ہائے) کا ترجمہ ہی اس میں جسم لطیف - عالم ارواح - قوت
باطنی و دیگر مراتب اور اصول ابتدائی علم الٰہی مفصل طور پر درج ہیں جنکے پڑھنے سے قدرت کے بھید
سے مخفی بھید روح انسان کی کیفیت عالم ارواح کا حال قوت باطنی - الہام وغیرہ کا ذکر کشف و
کرامات و منتر جنتر وغیرہ کے اصلی اصول مثلاً شی کو اچھی طرح سمجھ میں آسکتے ہیں یہہ کتاب سفید ولایتی
کاغذ پر خوشخط چھاپی گئی ہی قیمت فی جلد ۱ر محصول ڈاک علاوہ

گلزار تھیوصوفی جس جوبی کے ساتھہ مصنف کتاب نے رموز علم الٰہی اور اسکے ضروری مراتب
اور اصول اس چھوٹی سی کتاب میں یکجا جمع کیئے ہیں اُسپر غور کرنے سے ظاہر ہوگا گویا مصنف
نے ایک دریا کو کوزہ میں بند کیا ہی قیمت فی جلد بلا محصول ۸ر

ہدایت عارفان - طالبان معرفت کو ابتدا سے جو کچھہ عمل کرنا پڑتا ہی اور رموز علم باطن
کے حاصل کرنے کے لیئے جو جو اوصاف ضروری ہیں اُن کی مفصل ہدایت جو عارفان

کامل نے وقتاً فوقتاً اپنے ذاتی تجربات سے معلوم کر کے طالبان پر مکشوف کی ہیں اُن میں سے انتخاب کر کے ضروری مراتب اس مختصر رسالہ میں عارفہ کونٹس واکمیٹر صاحبہ نے جمع کیئے ہیں یہہ رسالہ ۲۰ صفحہ ڈیمی اٹھ ورقا کاغذ پر خوشخط اردو حروف میں چھپا پا گیا ہے قیمت بلا محصول ڈاک ۲ ؍

سوال وجواب تھیوصوفی ۔ یہہ رسالہ ایک انگریزی رسالہ کا ترجمہ ہے۔ اس میں سوال وجواب بابت علم تھیوصوفی یعنے برہم ودیا جو درمیان مسز اینی بسنٹ صاحبہ اور اڈیٹر اخبار ورلڈ نیو یارک واقعہ ملک امریکہ ہوئی درج ہیں اس سے کیفیت اور احوال تھیوصوفی یعنے علم الٰہی اچھی طرح سمجھ میں آسکتے ہیں قیمت فی جلد ۲ ؍ محصولڈاک ۱ ؍

علاج شمسی ۔ یعنے آفتاب کی رنگا رنگ شعاعوں سے امراض کا علاج یہہ ایک بے بہا کتاب ہے اسمیں سورج کی شعاعوں سے امراض کا علاج کرنا درج ہے قیمت فی جلد ا ؍ محصولڈاک علاوہ ٭

آئینۂ حقیقت

یہہ بے نظیر کتاب عارفہ مسز اینی بسنٹ صاحبہ کے چار مشہور دقیق انگریزی لکچروں کا سلیس قابل فہم اردو ترجمہ مؤلفہ بابو ابناش چندر بسواس پریسیڈنٹ تھیوصوفیکل سوسائٹی لودیانہ ہے اس میں سائنس دانوں کے لئے کافی طور سے آفرینش اور آفرینندہ یعنے برہم اور برہمانڈ کی حقیقت بروئے مذاہب قدیمہ اور ہندو شاستر اس طور سے بیان کی گئی ہے کہ بہت سے رموز باطنی جنپر عموماً سائنس دان اعتقاد نہیں رکھتے اُنکی سمجھ میں آجاوے ٭

لکچر اوّل ۔ بلڈنگ آف دی کاسمس ۔ یعنے برہمانڈ کی سرشٹی کے بارہ میں ۔ لکچر دوئم میں اگنی یعنی آتش کے استعارے اور اُنکے باطنی معنے بیان کئے گئے ہیں ۔ لکچر سوئم میں یوگ ودیا کی حقیقت بیان کی گئی ہے لکچر چہارم میں مورتی یعنے بت اور اُسکے استعارے و باطنی معنے بیان کئے گئے ہیں قیمت فی جلد ہ ؍ محصول

ب ۴۴

(ز ۱۲ د ٤٠)

DUE DATE

۳ ۳ ۱۵۲

۱۳۴

۳۳۱۵۴

Date	No.	Date	No.